وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

افاداتِ اشرفیہ

در

مسائلِ سیاسیہ

یعنی

سیاسیات حاضرہ مسلم لیگ کانگریس وغیرہ کے متعلق حضرت مجدد الملت حکیم الامت سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے ارشادات کا مجموعہ

جس میں

مستقل دس رسائل اور متفرق مضامین ملفوظات و مکتوبات وغیرہ سے جمع کیے گئے ہیں

مرتبہ

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند دامت فیوضہم

دوسری مرتبہ صفر المظفر ۱۳۶۵ ہجری میں بانتظام احقر محمد زکی عفی عنہ

دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا

قیمت ۱۴ر اور بغرض اشاعت تقسیم کرنیوالے حضرات کے لیے سو نسخوں کی قیمت ۱۲ روپیہ

اطلاع :- یہ کتاب اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی جملہ تصانیف دارالاشاعت دیوبند سے مل سکتی ہیں

فہرست مضامین افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ

تمہید از ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ ۔ کمترین خدام بارگاہ اشرفی ناکارہ خلائق محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ عرض گذار ہے کہ سیدی وسندی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے علوم علمیہ وعملیہ اور رجوع الی الحق میں ایک خاص امتیاز اور تمام معاملات دین میں صحیح اور اصابت رائے اور اُس کے ساتھ بے نظیر ہمت و استقلال عطا فرمایا تھا آپ شان فاروقی کان وقافاً عند حدود اللہ کے مظہر اتم تھے کہ ایک بچہ یا ادنیٰ شخص کے کہنے سے اگر اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو فوراً غلطی کا اعتراف اور اس سے رجوع شائع فرما دیں تصانیف میں سلسلہ ترجیح الراجح اُس کے ثبوت کیلئے کافی ہے دوسری طرف جب تک کسی چیز کو حق سمجھیں اُس کو کسی دنیوی مصلحت یا عوام کی مخالفت کے سبب چھوڑ بیٹھیں یا اُس کا کتمان کریں یہ آپ کی عادات میں نا ممکن تھا۔ اسی کیساتھ سب سے بڑی اہم اور قابل تقلید صفت حق تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی تھی کہ مسائل اختلافیہ میں ہمیشہ حدود محفوظ رہتی تھیں جس کے آثار آپ کے عمل میں یہ تھے۔

(الف) جن معاملات میں علماء کا اختلاف ہو اُن میں بدون کسی مکمل تحقیق و تفتیش کے کوئی تحریری یا اعلان شائع نہ فرماتے تھے (ب) مقدور بھر تحقیق کے بعد اگر اعلان کی ضرورت بھی ثابت ہوئی تو اُس وقت بھی دوسری جانب کی پوری رعایت رکھ کر اعلان کیا جاتا تھا جس سے اختلاف کی خلیج وسیع ہونے اور عوام کو علماء کیخلاف برسرِ پیکار آنے کا موقع نہ ملے (ج) اعلان کے بعد بھی تحقیق حال اور مفاہمت باہمی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور قابل قبول چیزوں کے قبول کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے پہلی جنگ عظیم اور زوال خلافت کے وقت سے ہندوستان میں موجودہ سیاسی تحریکات کا آغاز ہوا اُن میں قیام و استحکام خلافت اور ہندوستان کی آزادی وغیرہ کے مقاصد صحیحہ کیلئے سعی و جہد شروع

ہوئی مگر کچھ تو طرزِ عمل کے مفید و نتیجہ خیز ہونے نہ ہونے میں رائے کا اختلاف رہا اور کچھ منکرات اُس میں شامل
ہو گئے جن کے سبب شرکتِ تحریکات میں علماء کا اختلاف پیش آیا۔ پھر اُس وقت سے آج تک سیاسی
نظریات اور عملیات میں بےشمار تغیرات واقع ہونے کی وجہ سے اختلاف کی خلیجیں بڑھتی گئیں۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا طبعی رنگ درویشانہ یکسوئی کا تھا اُس کا مقتضٰی یہ تھا کہ ان سیاسی تحریکات
میں آپ کوئی دخل نہ دیتے۔ لیکن اس طبعی رنگ کے ساتھ حق تعالیٰ نے آپ کو ایک مجددانہ اصلاح و
تربیت اور ہمدردیٔ خلق کا بھی وہ جذبۂ صادقہ عطا فرمایا تھا جو آپ کو اکثر بےچین کئے رکھتا تھا اور اسی
وجہ سے جب ملک میں کوئی ہنگامی تحریک شروع ہوئی اُس پر شرعی حیثیت اور تجربہ کارانہ بصیرت کے
ساتھ نظر ڈال کر اپنے نزدیک اُس کے حسن و قبح اور پھر صحیح راہِ عمل واضح کر دینے کا معمول رہا۔

مسلم لیگ اور کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کے منافع و مضار پر بھی انھیں معمولات کے ماتحت
ہمیشہ نظر رہی اور حالات و واقعات کی تفتیش بھی جاری رہی لیکن چونکہ علماء کی ایک جماعت
کانگریس کیساتھ بھی تعاون کر رہی تھی اس لئے باوجود مشاہدہ منکرات کے حسبِ دستور اُس کی شرکت
پر مطلقاً کوئی حکم نہیں فرمایا۔ سوالات کئے گئے تو کانگریس میں پیش آنیوالے معاملات جزئیہ کا علیحدہ
علیحدہ حکمِ شرعی جائز یا ناجائز کرکے تحریر فرمایا مطلقاً اُس کی شرکت کو ممنوع و ناجائز نہیں کہا۔ یہاں تک
کہ متواتر خطوط اور خبروں سے یہ ثابت ہوا کہ اب کانگریس میں کلی قبضہ اور غلبہ ہندوؤں کا ہے اور مسلمان
شرکائے کانگریس کو طوعاً یا کرہاً اُن کی متابعت کرنی پڑتی ہے۔ نیز کانگریس کا ڈھائی سالہ دورِ حکومت بھی
اس انتظار میں سامنے آگیا جس نے مسلمانوں سے غداری اور کانگریس[1] کو [illegible] وما تخفی صدورھم کی تصدیق
ظاہر کر دی اس وقت مسلمانوں کی کانگریس سے بیزاری خود بخود بڑھتی ہوئی سوالات کی کثرت ہوئی خود بھی مسلمانوں
کی یہ تباہی جو ہندو عزائم کا پیش منظر تھا کسی حساس مسلمان کیلئے قابلِ گوارائی نہ تھا۔

دوسری طرف کچھ علماء کی اُس میں شرکت اسکے مانع بھی تھی کہ اُس کے متعلق کوئی عام حکم لکھا جائے۔
اسلئے حسبِ معمول اول یہ ارادہ فرمایا کہ اُن علماء سے گفتگوئی مفاہمت کیجائے۔ چنانچہ متعدد مرتبہ
اکابر جمعیۃ العلماء سے اس میں مکالمہ کیا گیا لیکن کانگریس کی شرکت میں جو شرعی قبائح اور مسلمانوں کے

[1] کفار تمہارے برباد کرنے میں کوئی فروگذاشت نہ کریں گے اور جو کچھ اُن دلوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے بھی بڑا ہے

قومی مفاد تھے اُس کا کوئی شافی جواب نہ ہو سکا تو پھر یہ تجویز فرمایا کہ جمعیت علماء اور مسلم لیگ دونوں
سے تحریری سوالات کر کے مسائل حاضرہ کی مکمل تحقیق بھی کیجائے اور دونوں جماعتوں میں اتحاد
کی کوشش بھی۔ لیکن افسوس یہ کہ کوشش بعض ناقابل ذکر اسباب کی وجہ سے نہ چل سکی اور تحریری
سوالات کے جواب بھی صرف مسلم لیگ کی طرف سے حاصل ہوئے۔ جمعیت کی طرف سے باوجود چند مرتبہ یاد
دہانی کے کوئی جواب نہ آیا۔ اس تمام کاوش و تحقیق کے بعد رسالہ تنظیم المسلمین لکھا گیا جس میں کانگریس
کی پالیسی پر نظر فرما کر اس کی شرکت کو مسلمانوں کیلئے ممنوع قرار دیا۔ مگر کانگریس سے منقطع ہو کر اگر
مسلمان منتشر و پراگندہ ہو جاویں تو یہ اُن کی سیاسی موت تھی اس لئے ضرورت ہوئی کہ اُن کو خود منظم
ہو کر رہنے کا مشورہ دیا جائے مگر ملک کی موجودہ مسلم جماعتوں نے یا تنظیم مسلمین کا اہتمام نہ کیا یا وہ اہتمام
کامیاب نہ ہوا اب بجز مسلم لیگ کو کوئی ایسی جماعت ملک میں نہ تھی جس کو مسلمانوں کی جمہوری طاقت
حاصل ہو اس لئے اُس کی شرکت و حمایت کی رائے دیگئی پھر چونکہ مسلم لیگ نہ کوئی علماء کی جماعت ہے
نہ خاص دینداروں کی اسلئے اُس کی قیادت سے بھی جو کچھ دینی مضرتوں کا اندیشہ تھا اُس کا حل یہ تجویز
فرمایا کہ مسلمانوں میں عموماً اور زعماء لیگ میں خصوصاً تبلیغ احکام کی پوری جد وجہد کیجائے جس سے اُنکی
تنظیم شریعت کیموافق اور اُنکی مساعی اسلامی مفاد کے ماتحت ہو جاویں اس کیلئے ایک مجلس علماء بنام
"دعوۃ الحق" قائم فرمائی جسکے وفود مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں زعماء لیگ اور عام مسلمانوں
میں تبلیغ کا کام انجام دیتے رہے اور خود حضرت اقدس نے متعدد خطوط تبلیغی مسٹر جناح اور دوسرے زعماء
کے نام لکھے جن کے جواب میں اُن حضرات نے احکام دینیہ کے اہتمام کا ارادہ ظاہر فرمایا حضرتؒ اکثر حسرت
کیساتھ فرمایا کرتے تھے کہ اگر علماء متفق ہو کر اس تبلیغ کیطرف لگ جاتے تو کچھ بعید نہ تھا کہ مسلم لیگ چند
روز میں دینداروں کی جماعت ہو جاتی لیکن افسوس کہ اس کام میں میں منفرد ہی رہا اُس کا اتنا ہی اثر ہوا جتنا
انفرادی کوشش کا ہو سکتا تھا حضرت اقدس کی یہ تمام تحریرات متعلقہ سیاسیات جن میں مستقل رسائل بھی ہیں
کچھ اشتہارات و مکتوبات و ملفوظات بعض مستقل طور پر وقتاً فوقتاً رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں جنکا جمع کرنا ہر ایک
کیلئے آسان نہیں تھا۔ اور چونکہ یہ تحریرات درحقیقت مسلمانوں کی سیاسیات و اجتماعیات کیلئے نہایت صحیح و بےخطر

اصول ہیں۔ ضرورت معلوم ہوئی کہ اس سیاسی طوفان کے زمانہ میں اُنکا مجموعہ یکجا شائع کردیا جائے۔ جسکے دو مقصد ہیں ایک عام کہ مسلمان ایسے حالات میں افراط و تفریط کے درمیان حدود شرعیہ کو ہر حال میں اپنا پیش نظر رکھیں اور جو راہ عمل حضرت اقدس نے تجویز فرمایا ہے وہ اگر دل کو لگے اُس کو قبول فرمائیں۔ دوسرے خاص کہ حضرت اقدس کے منتسبین و متعلقین کو حضرتؒ کا مسلک پوری طرح معلوم ہوجاوے وہ کسی مغالطہ کا شکار نہوں۔ اسلئے اس ناکارہ نے کافی محنت اٹھاکر ان تمام رسائل و مضامین کو جمع کیا۔ انمیں سے اکثر مطبوعہ وشائع شدہ ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جنکے مسودات خانقاہ تھانہ بھون میں محفوظ ہیں مگر ابتک شائع نہوئے تھے۔ اسکی تفصیل ہر مضمون کے شروع میں لکھدی گئی ہے۔

ایک اہم گذارش

آخر میں عرض ہے کہ مضامین متعلقہ سیاسیات مندرجہ مجموعہ ہذا کا مطالعہ ہر شخص کو پارٹی بندی کے نظریہ سے علیحدہ ہوکر محض آخرت کے پیش نظر کرنا چاہئے اور دیانت اور غور و فکر کیساتھ مطالعہ کرنیکے بعد جو راہ عمل اختیار کریں اختیار ہے لیکن ذیل کے دو کلمے جو دو مقدس بزرگوں کے ارشاد اور متفق علیہ مضامین پر مشتمل ہیں اپنے ہر عمل اور ہر سعی میں انکو پیش نظر رکھیں انمیں ایک ملفوظ ہے قطب عالم سیدی و سندی حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کا اور دوسرا ملفوظ ہے سیدی و مرشدی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

ملفوظ اول | سیدی حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ قید مالٹا سے تشریف لانیکے بعد رمضان المبارک میں بعد تراویح ایک شب دارالعلوم دیوبند میں دارالافتاء کی چھت پر رونق افروز تھے اور مشتاقین و معتقدین کا مجمع تھا احقر بھی حاضر تھا۔ دوران گفتگو میں فرمایا کہ "مالٹہ کی زندگی میں ہمنے تو ایک سبق یاد کیا ہے کہ ہر چیز کو برداشت کرلیا جائے لیکن مسلمانوں کو باہمی تفرقہ کو کسی حال گوارا نہ کیا جائے" بعینہٖ الفاظ صحیح یاد نہیں لیکن اسکا یقین ہے کہ مضمون یہی تھا۔

ملفوظ دوم | سیدی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے مختلف مجلسوں میں بارہا فرمایا کہ اگر کسی مسئلہ میں کسی سے اختلاف ہو تو بدگمانی و بدزبانی سے اجتناب کی پوری کوشش کرنا چاہئے۔ اس سے اختلاف حدود کے اندر رہتا ہے اور دائرہ خلاف و شقاق وسیع نہیں ہوتا۔ اس میں بھی لفظ بدگمانی و بدزبانی تو بعینہٖ یاد ہیں بقیہ الفاظ میں ممکن ہے کہ کچھ تغیر ہوا ہو مگر مضمون محفوظ ہے۔ انتہی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی دو کلمے مسلمانوں کی قومی سیاسی سب الجھنوں کا حل ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

ناکارہ خلائق بندہ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ، محرم ۱۳۶۵ھ

سیاسیات حاضرہ

کے متعلق

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا مسلک

ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں عام مسلمانوں کی اطلاع اور غلط افواہوں کے ازالہ کیلئے حضرت اقدسؒ نے اپنا مسلک دربارہ سیاسیات شائع فرمایا تھا جس کی نقل اس وقت نہیں مل سکی غالباً رسالہ الامداد تھانہ بھون کے کسی پرچہ میں ہوگی اور اجمالاً رسالہ الروضۃ الناضرہ کے بیسویں سطر میں بھی مذکور ہے یہ رسالہ اسی مجموعہ میں آ گیا ہے پھر اس مسلک کی شرح رسالہ النور جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ میں شائع کی گئی ہے اور اسی سے اشرف السوانح جلد سوم میں صفحہ ۱۹۱ میں منقول ہے وہ حسب ذیل ہے۔

احقر اشرف علی کے شائع شدہ مسلک کی مختصر اور ضروری شرح

(از اشرف السوانح جلد سوم صفحہ ۱۹۱ تا صفحہ ۱۹۴)

بسملاً وحامداً ومصلیاً۔ آغاز ربیع الثانی سنہ رواں میں ایک اعلان بعنوان "مسائل حاضرہ کے متعلق احقر اشرف علی کا مسلک" شائع کیا گیا تھا جس میں ایک جملہ تھا کہ میں ان شور و شغب کو ایک فتنہ سمجھتا ہوں میں اس کو مقصود کیلئے کافی سمجھتا تھا مگر بعضوں کو اس سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے اس کا غیر واقعی معنی اپنی طرف سے مخترع کر لیا اسکے ازالہ کیلئے اس جملہ کی مختصر شرح کرنیکی ضرورت ہوئی دوسرا اعلان شائع کرتا ہوں اول چند مقدمات سمجھ لئے جاویں (۱) مسائل بعض قطعی ہوتے ہیں ان میں تو اختلاف کی کچھ گنجائش نہیں ہوتی بعضے اجتہادی و ظنی ہوتے ہیں ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ مرید نے پیر کے ساتھ قلیل جماعت نے کثیر جماعت کیساتھ واحد نے متعدد کیساتھ اختلاف کیا ہے اور علمائے امت نے اس پر نکیر نہیں کیا ہے اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا نہ اختلاف کے ہوتے ہوئے باہم بغض و عداوت ہوا نہ مناظرہ پر اصرار کیا گیا چنانچہ مشاجرات میں صحابہ کا اختلاف اور علیحدہ رہنے والوں کی علیحدگی کو سب کا جائز رکھنا معلوم ہے۔ (۲) ایسے مسائل اجتہادیہ ظنیہ میں اختلاف دو طرح سے ہوا ہے ایک دلائل کے اختلاف سے جیسے حنفی شافعی میں قراءت فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں، دوسرے واقعات یا عوارض کے اختلاف سے جیسے امام صاحب اور صاحبین

پیرا نکاح صابیات کے مسئلہ میں کہ جن کو تحقیق ہوا کہ وہ اہل کتاب ہیں انھوں نے اس نکاح کو جائز رکھا اور جنکو تحقیق ہوا کہ وہ اہل کتاب نہیں انھوں نے اس نکاح کو ناجائز رکھا مگر اس واقعہ کی تحقیق میں اختلاف ہوگیا کہ آیا وہ کتابی ہیں یا غیر کتابی اسلئے فتویٰ میں اختلاف ہوا یا حنفی شافعی میں تعیین سورت فی الصلوٰۃ کے مسئلہ میں کہ شافعی نے نفس عمل کو منقول عن الشارع دیکھکر اسکو جائز کہا اور امام صاحب نے عارض اعتقاد یا ابہام اعتقاد وجوب حالاً یا مآلاً پر نظر کرکے اس کو مکروہ فرمایا۔ (۴) حکم شرعی کا محل اور متعلق ہمیشہ معنون ہوتا ہے نہ کہ عنوان مثلاً کوئی شخص مغصوب زمین میں مسجد بنالے اور مالک قاضی اسلام کے اجلاس میں اُس کا مغصوب ہونا ثابت کرے اور قاضی غاصب کو اُس مسجد کے انہدام اور زمین کی واپسی کا حکم دیدے تو قاضی پر یہ اعتراض جائز نہ ہوگا کہ اس نے مسجد منہدم کرادی مسجد محض اس کا نام ہے واقع میں وہ مسجد ہی نہیں۔ ان مقدمات کے بعد سمجھنا چاہئے کہ تحریکات حاضرہ کا خلاصہ اس وقت دو امر ہیں ایک تعاون جس کی نفی کا نام ترک موالات رکھا ہے دوسرا اتحاد ہندو مسلم۔

ان دونوں میں دو دو درجے ہیں جن میں سے ایک ایک درجہ میں تو کسی کا اختلاف نہیں اور ایک ایک درجہ میں اس وقت علماء و عقلاء کا آپس میں اختلاف ہے۔

امر اول کا درجہ اول۔ وہ نوکریاں یا وہ لین دین کی صورتیں ہیں جو دلائل شرعیہ سے فی نفسہا ناجائز ہیں اور اُن کے ناجائز ہونے پر ہمیشہ علماء فتویٰ دیتے چلے آئے ہیں۔ اور وہی فتوے اب بھی باقی ہے مثلاً جن نوکریوں میں سود کی ڈگری دیجائے یا جس تجارت میں سود کا معاملہ ہو اسی طرح وہ دوستانہ معاشرت جو خاص مسلمانوں ہی کا حق ہے یا وہ علوم و فنون حاصل کرنا جو دین میں مضر ہیں سو ان میں واقعات حاضرہ کو کچھ دخل نہیں اور نہ ان میں مسلم و غیر مسلم میں کچھ تفاوت ہے ان سے اختلاف عمل میں احتجاج کرنا درحقیقت غلط مبحث اور بالکل بے ربط اور بے محل بات ہے۔

امر ثانی کا درجہ اول۔ وہ اتحاد ہے جس کا حاصل عدم نزاع ہے یعنی دونوں فریق حدود کے اندر رہ کر اپنے اپنے فرائض مذہبی کو ادا کریں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں۔ اور حقوق ہمسائگی کی باہم رعایت رکھیں سو یہ درجہ فی نفسہ جائز ہے اور اب بھی اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔

امر اول کا دوسرا درجہ۔ مباح اجارات و تجارات و تعلیمات و استعانات و تعلقات حاکمیت و محکومیت کے ہیں۔

امر ثانی کا دوسرا درجہ۔ وہ اتحاد ہے جس کی غرض ہندوستان کیلئے آزاد حکومت کا حاصل کرنا ہے اس وقت عقلاء و علماء کا ان ہی دو درجوں میں اختلاف ہو رہا ہے بعض تعاون کے اس درجہ کو جائز اور اتحاد کے اس درجہ کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض اس کے بالکل بالعکس تعاون کے اس درجہ کو ناجائز اور اتحاد کے اس درجہ کو جائز کہتے ہیں یہ تعیین ہے محل اختلاف کی اب اس اختلاف کی حقیقت اور بنا سمجھئے یہ تعاون یا اتحاد شرعاً فی نفسہ نہ واجب ہے نہ حرام شرعاً امور مباحہ سے ہے چنانچہ اہل علم پر ظاہر ہے یہاں تک تو کوئی اختلاف نہیں آگے بعض کی نظر تو اس عدم تعاون مع الحکومۃ اور اتحاد مع الہنود کے مصالح و منافع ضروری التحصیل فی زعمہم پر پڑی اور وہ خلافت کمیٹی والے ہیں ان عوارض پر نظر کرکے انھوں نے ان دونوں امر کو واجب و جائز کہا۔ اور بعض کی نظر اس عدم تعاون اور اتحاد کے مضار و مفاسد دینیہ حالیہ و مآلیہ ضروری الاجتناب پر پڑی جن کی تفصیل خاص خاص تحریرات میں شائع بھی ہو چکی ہے ان عوارض پر نظر کرکے انھوں نے ان دونوں امر کو ممنوع کہا اور احقر کی بھی یہی رائے ہے اور اسی بنا پر اعلان اول میں اس کو فتنہ کہا تھا یہ حقیقت اور بنا ہے اس اختلاف کی۔ اب اس سے امور ذیل معلوم ہو گئے ایک یہ کہ اس اختلاف کی یہ دونوں شق قطعی نہیں ہیں ظنی اجتہادی ہیں پس ان میں اختلاف کی گنجائش ہے گو کوئی چھوٹے درجہ کا طالب علم ہی کسی بڑے عالم کے ساتھ اختلاف کرے محض اس اختلاف سے کسی فریق کو دوسرے فریق پر طعن و لعن یا سب و شتم یا لعنت و ملامت یا تضلیل و تجہیل یا تفسیق و تکفیر یا جبر و تشدد و ظلم و ایذاء بالقول یا بالعمل یا کسی بزرگ کا اس کو مخالف و بے ادب مشہور کرکے بدنام کرنا جائز نہیں بحکم مقدمہ نمبر ۱ البتہ منکرات شرعیہ پر انکار یا تقبیح یہ واجب ہے اور اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں

دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ اس اختلاف کا منشاء دلائل کا اختلاف نہیں بلکہ واقعات و عوارض کا اختلاف ہے جسکی شرعی مثالیں مقدمہ نمبر ۲ میں مذکور ہو چکی ہیں اور ایک عرفی مثال اور معروض ہے اختلاف دلائل کی مثال ڈاکٹری اور یونانی اصول کا اختلاف ہے اور اختلاف عوارض کی مثال دو یونانی متحد الاصول

طبیبوں کا اختلاف اُس مریض کے باب میں ہو جو کمزور بھی ہے اور اُس میں کسی مادہ فاسدہ کا بھی غلبہ ہے۔
ایک طبیب نے اس پر نظر کی کہ جب تک مادہ کا تنقیہ نہ کیا جائے گا قوت نہ آئیگی اس لئے مسہل تجویز کر دیا
دوسرے طبیب نے اس پر نظر کی کہ جب تک قوت کے بقا کی تدبیر نہ کیجاویگی مسہل ہی کا تحمل نہ ہوگا اس لئے
مسہل کو منع کر دیا اب یہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ مادہ کا تنقیہ بھی ضروری ہے اور قوت کا تحفظ بھی ضروری ہے
مگر پھر بھی عوارض کے سبب دونوں کی رائے میں اختلاف ہوگیا پس یہ اختلاف ان دونوں مسلکوں کا اسی قبیل سے ہے
کہ منافع و مضار پر نظر پڑنا اس کا باعث ہوگیا۔

تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ اس عدم تعاون کا نام جو بعض نے ترک موالات رکھ لیا ہے اس عنوان سے اس
کا حکم جو اوپر مذکور ہوا بدل نہ جائے گا (حکم مقدمہ نمبر ۳) جیسا بعض نے یہ ترکیب کر رکھی ہے کہ قرآن
مجید میں جو موالات کی ممانعت کی آیتیں آئی ہیں۔ اس عدم تعاون کو اُن میں داخل کر کے اختلاف
کرنے والے فریق کو قرآن کا مخالف بتا کر عوام الناس کو اُس سے متوحش و متنفر کرتے ہیں جس طرح
مانعین مولد نے اپنی مجالس متعارفہ کا نام مجالس ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیام کا نام
تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھ کر اہل حق کی طرف سے عوام کو بدگمان کر دیا کہ یہ ذکر و تعظیم رسول
سے منع کرتے ہیں یا امتناع و امکان کے مسئلہ میں اس طرح بدنام کیا کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ خدائے
تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے پس ایسے ہی اس اصطلاح ترک موالات سے کام لیا جا رہا ہے تو سمجھ لینا
چاہئے کہ کوئی نام رکھدینے سے حقیقت نہ بدل جائے گی اس لئے حکم بھی نہ بدلے گا باقی ایسی ترکیبوں
سے کام لینا اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ میں نے اپنے نزدیک ان مسائل اور اس
اختلاف اور اپنے مسلک کی حقیقت بالکل صاف کر دی ہے اگر اس پر بھی کسی کو بدنام کرنے کا
شوق ہو تو اس سے زیادہ نہ کہونگا کہ فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔

والسلام — احقر اشرف علی تھانہ بھون جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

الروضة الناضرة
فی المسائل الحاضرة

(مرقومہ نصف ربیع الاول ۱۳۴۴ھ منقول از اشرف السوانح جلد سوم صفحہ ۱۶۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(نوٹ) یہ قلمی مضمون شرح کے انتظار میں ابھی تک شائع نہیں ہوا مگر اس کی نقل بہت اہل علم نے زمانہ تسوید ہی میں کر لی تھی اب شرح بھی تیار ہے مگر سامان طباعت کا نہیں ہوا۔ ۱۲

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ یہ ایک تحریر ہے جو جامع ہے جزئیات حاضرہ کے احکام کو اس کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ اس کے قبل یا تو بعض مختصر مضمون بطور فتویٰ کے شائع ہوئے جن میں جزئیات سے کافی تعرض نہ تھا اور یا زبانی یا خطی سوالات کے جوابات منتشر طور پر مشہور ہوئے جن میں بوجہ عدم انضباط مجموعہ اجوبہ ناتمام نقل ہونے سے تغییر و تبدیل ہو گئی اس لئے ضروری جزئیات کے احکام یکجا جمع کر دینا مناسب معلوم ہوا مگر چونکہ اس میں اکثر اصطلاحات علمی ہیں اس لئے غیر علماء کو علماء سے سمجھ لینے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس کے دو جزو ہیں مسائل۔ دلائل۔ دونوں کو علی الترتیب لکھتا ہوں۔ واللہ الموفق والمعین فی کل باد و عود الهادی الی الصواب

المسئلة الاولیٰ مدافعت کفار کی مطلقاً اہل اسلام سے اور خصوص سلطنت اسلامیہ سے جس میں خلافت و غیر خلافت اور جس میں سلطنت اسلامیہ واقعیہ و سلطنت اسلامیہ مزعومہ کفار سب داخل ہیں پھر خصوص شعائر اسلام سے جن میں مقامات مقدسہ بالخصوص حرمین شریفین بھی داخل ہیں سب مسلمانوں پر فرض ہے کبھی علی العین کبھی علی الکفایہ علی اختلاف الاحوال مگر اس کی فرضیت کے کچھ شرائط ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں منجملہ ان کے ایک شرط استطاعت بھی ہے اور استطاعت سے مراد استطاعت لغویہ نہیں بلکہ استطاعت شرعیہ ہے جس کو اس حدیث نے صاف

عہ یہ رسالہ تحریکات خلافت کے زمانہ میں تصنیف فرمایا تھا جس میں موجودہ سیاسیات کے شرعی اور فقہی احکام کی پوری تفصیل ہے مگر خالص علمی تحریر ہے عوام کے لئے شرح کی ضرورت تھی جو طیار ہے مگر اس مختصر مجموعہ میں اس کی گنجائش نہیں اس وقت

کر دیا ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث رواہ مسلم مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہر وقت حاصل ہے پھر اس کے انتفاء کی تقدیر کب متحقق ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسا خطرہ نہ ہو جس کی مقاومت بظن غالب عادۃً ناممکن ہو۔ اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس دفاع کے بعد اس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جاویں مثلاً کفار کی جگہ کفار ہی مسلط ہوں یا مرکب کا فرد مسلم سے کہ مجموعہ تابع اخس کے ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں غایت ہی مفقود ہے اور وہ اخلاء الارض عن الفساد ہے اور قاعدہ ہے۔ الشیٔ اذا خلا عن الغایۃ انتفی

المسئلۃ الثانیہ اور اگر ایسا خطرہ ہو تو پھر وجوب تو ساقط ہو جاویگا۔ باقی جواز اس میں تفصیل ہے بعض صورتوں میں جواز بھی نہیں بعض میں جواز بلکہ استحباب بھی ہے اور مدار بنا جواز و عدم جواز یا استحباب کا اجتہاد اور رائے پر ہے لیس اس میں دو اختلاف کی گنجائش ہے۔ ایک علمی کہ واقعات سے ایک شخص کے نزدیک عدم جواز کی بنا متحقق ہے اور دوسرے کے نزدیک جواز یا استحباب کی۔ دوسرا عملی کہ باوجود بنا جواز یا استحباب پر متفق ہونے کے ایک نے بنا بر عدم وجوب رخصت پر عمل کیا دوسرے نے بنا بر استحباب عزیمت پر عمل کیا ایک کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق نہیں۔ اور اگر کسی مقام پر تسلط مسلمان ہی کا ہو مگر وہ مسلمان کافر سے مسالمت رکھتا ہو تو اسکو تسلط کافر کہنا محل تامل ہے۔

المسئلۃ الثالثہ بائیکاٹ یا نان کوآپریشن یہ شرعاً افراد جہاد میں سے نہیں دلائل میں ملاحظہ کیا جائے بلکہ مستقل تدابیر مقاومت کی ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں اور بعض خطرات کی صورت میں مباح بھی نہیں رہتیں۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اپنے اجتہاد سے کسی مصلحت ضروریہ کے سبب ضروری بھی کہدے مگر وہ وجوب اجتہادی ہوگا دوسرے پر حجت نہیں اور اس سے اس کو واجبات مقصودہ شرعیہ نہیں کہا جا سکتا اور مقتضیات کے اختلاف سے اس میں بھی مثل مسئلہ ثانیہ کے جواز و منعاً یا ایجاباً

ملہ زمین کو فساد سے خالی کرنا ۱۲ شہ کلے جب کوئی شئی اپنی غرض اصلی سے خالی ہو جاوے تو وہ کالعدم ہے ۱۲ منہ

اختلاف ہو سکتا ہے۔ نیز آئندہ دلائل ہیں جو قصہ ثمامہ کا مذکور ہے اُس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ باتیکاٹ نہ کرنے کو موالاۃ کہنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر موالاۃ کی تہمت لگانا ہے۔

المسئلۃ الرابعۃ موالاۃ حقیقی یعنی دوستی قلبی ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے اس میں ذمی حربی محارب مسالم سب برابر ہیں ویستوی فیہ الابیض والاسود۔

المسئلۃ الخامسۃ موالات صوری یعنی دوستی ظاہری یعنی اچھا برتاؤ جیسا دوستوں سے ہوتا ہے جسکو مدارات کہتے ہیں اپنی مصلحت منفعت مال یا جاہ کیلئے درست نہیں بالخصوص جبکہ ضرر دین کا بھی مظنون ہو تو بدرجۂ اولی یہ اختلاط حرام ہوگا ویستوی فیہ ایضاً الاسود والابیض۔

المسئلۃ السادسۃ دینی مدارات مذکورہ دفع مضرت کیلئے جائز ہے اور بشرطِ عدم مضرت دین کے توہم ابعید

المسئلۃ السابعۃ اسی طرح توقع ہدایت کے لئے بھی مدارات کرنا درست ہے۔

المسئلۃ الثامنۃ اسی طرح ضیف ہونے کی وجہ سے مدارات درست ہے۔

المسئلۃ التاسعۃ مواسات یعنی احسان و نفع رسانی اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے اور غیر اہل حرب میں مسالم اور ذمی دونوں آگئے لیکن دو حالتیں مستثنیٰ ہیں ایک یہ کہ کسی خاص موقع پر حربی کے ساتھ احسان کرنے میں اہل اسلام کی مصلحت ہو یا اُس کے اسلام کی توقع ہو۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص کسی اضطراری احتیاج مثل جوع و عطش یا بردی یا مرض سے مشرف علی الہلاک ہو۔

المسئلۃ العاشرۃ موالات بمعنی نصرت یعنی کفار کی مدد کرنا اگر اسلام کو مضر ہو علی الاطلاق ناجائز ہے خواہ ضرار کا قصد بھی ہو یا قصد نہ ہو مگر وہ فعل موضوع ہو اضرار کے لئے دونوں کا ایک حکم ہے۔

المسئلۃ الحادیۃ عشر اور جس نصرت سے اسلام کو مضرت نہ ہو مگر وہ فعل نفسہ ناجائز ہو اس میں بھی نصرت ناجائز ہے۔

المسئلۃ الثانیۃ عشر اور اگر وہ مضر اسلام بھی نہ ہو اور فعل بھی مباح ہو گو بلا عوض ہے مواساۃ

اور مثلاً یہ مقولہ اے اللہ ہم سے ایک نیک کام ہو گیا ہو کہ میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی ہو گئے ہیں (فتح دہلی ۲۴ر نومبر ۱۹۲۰ء) اور مثلاً ایک عالم کا مقولہ خدا نے انکو (گاندھی کو) ہمارے واسطے مذکر بنا کر بھیجا ہے قدرت نے انکو سبق پڑھانے والا مدبر بنا نیوالا بنا کر بھیجا ہے (فتح مذکور) از انوار صفحہ ۲۶ و صفحہ ۲۷۔ اور مثلاً مشرکین کو مساجد میں لیجا کر واعظ مسلمین بنانا ان کے قدم کو شہر کی خاک پاک کرنے والا کہنا ان کے جائے قدم کو قصور بہشتی پر طعنہ زن کہنا ان کو مسیحا کہنا ان کو رحمت داد لکھنا ان کی ثنا میں یہ کہنا کہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست گلئے کی قربانی بند کرنیکا اہتمام کرنا قشقہ لگوانا مشرک کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ لیجانا ڈولہ سجا کر قرآن مجید و رامائن کیساتھ رکھنا یہ کہنا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز اٹھا دیگا۔ وغیر ذلک از خلت ما اگر کوئی ان قبائح کے سبب یا اور شرعی مانع کے سبب شرکت نہ کرے اس کو کافر یا فاسق کہنا اس سے عداوت کرنا اسکی ایذا کی فکر کرنا پھر ان منکرات پر نکیر نہ ہونا یا ایسے اہتمام سے نہ ہونا جس اہتمام سے تحریکات کی اشاعت کی جاتی ہے اور مصالح میں مفاسد و منکرات کے انضمام کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مصلحت واجب التحصیل نہ ہو تو اس کا چھوڑنا جائز تو ہر حال میں ہے اور کبھی مستحب اور کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے اور اگر واجب التحصیل ہو اختلافاً یا اتفاقاً تو وہاں اس واجب کو بلا عذر ترک نہ کریں گے لیکن اختلافی میں یہ عدم جواز ترک اختلافی ہو گا مگر ان مفاسد پر ہر حال میں انکار کریں گے اور جس درجہ کا مفسدہ ہو گا اسی درجہ کا انکار واجب ہو گا اور اگر کوئی عذر ہو تو اعتقاداً بالاتفاق واجب ہو گا اور عملاً معتقد عذر معذور ہو گا۔

المسئلۃ السابعۃ عشر فروع اختلافیہ میں جب دونوں قولوں پر دلیل شرعی قائم ہو تو دونوں طرف احتمال صواب و خطا کا برابر رہیگا کسی جانب قائلین کا کثیر ہونا علامت صواب کی اور قلیل ہونا علامت خطا کی نہیں ہے اور اس کثرت کو اجماع کہنا یہ تو بالکل ہی اختراع ہے۔

المسئلۃ الثامنۃ عشر جس عمل نافع میں نہ دنیوی ضرر ہو جس سے شرعاً معذور سمجھا جاتا ہے

نہ دینی ضرر اس میں تقاعد کرنا خلاف حمیت ہے جیسے انگورہ کا چندہ کہ اعانت مسلمین و غازیین کا
طاعت ہونا ظاہر ہے اور حکام نے تصریحاً اجازت بھی دیدی ہے اس میں ہرگز دریغ
نہ کرنا چاہئے اور یہ احتمال کہ حکام دل سے پسند نہ کرینگے وسوسہ محضہ ہے جو موثر نہ ہونا چاہئے۔

المسئلۃ التاسعۃ عشر (۱۹) اور جو شخص کسی قسم کی بھی سعی نہ کر سکے وہ دل سے دعا تو کیا کرے بلکہ اہل حق
بھی اصل سرمایہ اسی کو سمجھیں کیونکہ مفاتیح خزائن مقاصد حقیقی حق کے ہاتھ میں ہیں ما یفتح اللہ
للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے
جس رحمت کے دروازے کو کھولدیں اس کا روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو بند کردیں اسکو جاری کرنے والا کوئی نہیں۔

المسئلۃ العشرون (۲۰) جس میں میرا طرز عمل اور مشرب مذکور ہے۔ جن اعمال میں جو امور شرعاً منکر ہیں
انکو اعتقاداً اور عملاً واجب الترک جانتا ہوں اور جو مستحسن اتفاقی ہیں انکو اعتقاداً تو حسن جانتا ہوں
باقی عملاً جن پر قدرت ہے انکو قائم کرتا ہوں اور جن پر قدرت نہیں ان میں اپنے کو معذور سمجھتا ہوں اور جو
اختلافی ہیں ان میں اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں اور دوسری جانب کے اہل حق پر ملامت نہیں سمجھتا اور نہ کبھی
کسی کو اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہوں البتہ کوئی مخلص خواہ تبع میرا مخلص ہو خواہ اپنی کو مخلص ظاہر کرے
اور میرا وجدان اسکی تکذیب نہ کرے ایسا شخص اگر میرے مسلک کو دریافت کرتا ہے اور مجھکو وجدان سے
دو امر مظنون ہوں ایک یہ کہ مسترشد ہے دوسرے یہ کہ عمل کیلئے پوچھتا ہے کسی سے قیل و قال یا
بحث و جدال نہ کریگا اس کو خاص طور پر بتلا دیتا ہوں باقی کسی کو خود کچھ نہیں کہتا اور دیانت
اسی کو سمجھتا ہوں کہ جس شق کا حق ہونا محقق ہو اسی کو اختیار کرے محض قال یا جاہ کی غرض سے
اس کو ترک کرے ہاں شرعاً اکراہ کا درجہ ہو جائے خواہ حکام سے یا عوام سے اس وقت اکراہ
کے مسائل پر عمل کرے اور دوسری شق مختلف فیہ میں اختلاف والوں کی مخالفت یا ان کے ازالہ
کی کوشش نہ کرے اور یہی دوسرے مسلمانوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں پھر باوجود میرے اسقدر

ف اور اگر کسی پر ملامت کی گئی ہے تو اس پر کہ فعل منکر پر ملامت کی گئی ہے مثلاً کسی نے ہندوؤں کے انکی ذات ...
میں حد سے تجاوز کیا یا مجھ پر کوئی غلط اعتراض کیا یا محض خلافی ذی المسائل کی وجہ سے اپنے دوسرے فریق پر تشنیع کی اور انکو ذاتی دور ...

صفائی اور نرمی سے اگر پھر بھی کوئی مجھکو بدنام کرے تو بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ، اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ہ

وَصَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ نصف ربیع الاول ۱۳۴۰ھ۔

الدلائل

اما علی الاولیٰ۔ فما فی الدر المختار ولاثین لفرضیۃ من تبین آخر وھو الاستطاعۃ الی قولہ وشرط وجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ القتال۔ فی رد المحتار قولہ القدرۃ علی السلاح ای وعلی القتال وفی الدر المختار ورد بعض المحدثین لاتحاد المقصود فی رد المحتار وھو اخلاء الارض من الفساد صفحہ ۳۳۶ ج ۳ وقد افتی استاذی[1] بنصرۃ بعض اھل البدعۃ فی مقابلۃ اھل الکفر لان اھل الکفر انما زاحموھم فی البدعۃ زعما منھم انہا من الاسلام (یعنی لا بغیرہ)

وذکر النووی فی حدیث مسلم فی تاویل شرط ولاء بریرۃ التی اتعبن ما نصہ الثانیۃ والعشرون احتمال اخف المفسدتین لدفع اعظمھما واحتمال مفسدۃ یسیرۃ لتحصیل مصلحۃ عظیمۃ اھ صفحہ ۴۹۳ ج ۱۔

وعلی الثانیۃ فما فی العالمگیریۃ والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاھل الاسلام باجتہادہ او باجتہاد من یعتقد فی اجتہادہ ورأیہ وان کان لا یرجو القوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکۃ صفحہ ۴۱۹ ج ۲

وفی رد المحتار علی القول المذکور اولاً قولہ لم یلزمہ القتال یشیر الی انہ لو قاتل حتی قتل جاز لکن ذکر فی شرح السیر انہ لا باس ان یحمل الرجل وحدہ وان ظن انہ یقتل اذا کان یصنع شیئا بقتل او بجرح او بھزم فقد فعل ذلک جماعۃ من الصحابۃ

[1] اعنی المرشد شیخ المشائخ حضرۃ مولانا محمد یعقوب صدر المدرسین بدیوبند ۱۲ محمد شفیع عفی عنہ دیوبندی

بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم احد ومن حمّهم على ذلك وانما
اذا علموا انه لا ينكى فيهم فانه لا يحل له ان يحمل عليهم لانه لا يحصل بحملته شئ
من اعزاز الدين بخلاف نهى فسقة المسلمين عن منكر اذا علم انهم لا يمتنعون
بل يقتلونه فانه لا باس بالاقدام وان رخص له السكوت لان المسلمين يعتقدون
ما يأمرهم به فلا بد ان يكون فعله مؤثرا فى باطنهم بخلاف الكفار (صفحه جلد ٤)

وعلى الثالثة ما فى الدر المختار وعرفه ابن الكمال بانه بذل الوسع فى القتال
فى سبيل الله مباشرةً او معاونةً بمال او رأى او تكثير سواد او غير ذلك وفى
رد المحتار كمداواة الجرحى وتهيئة المطاعم والمشارب ص ٣٣٦ ج ٣ وفى صحيح البخارى
فى قصة ثمامة بن اثال فلما قدم مكة (يعنى بعد الاسلام) قال له قائل صبوت قال
لا ولكن اسلمت مع محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا والله لا تاتيكم من اليمامة
حبة حنطة حتى ياذن فيها النبى صلى الله عليه وسلم قال الحافظ فى الفتح زاد ابن هشام
ثم خرج الى اليمامة فمنعهم ان يحملوا الى مكة شيئا فكتبوا الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم انك تامر بصلة الرحم فكتب الى ثمامة ان يخلى بينهم
وبين الحمل اليهم اه ص ١٩ ج ٨ وفيه ايضا ص ٢٠ ج ٨ وكانت قصته (يعنى ثمامة) قبل وفد
حنيفة بزمان فان قصته صريحة فى انها كانت قبل فتح مكة اه وفى الهداية
بعد المنع من بيع السلاح والحديد من اهل الحرب ولو بعد الموادعة بالنص
وهذا هو القياس فى الطعام والثوب الا انا عرفناه بالنص فانه عليه السلام
امر ثمامة ان يمير اهل مكة وهم حرب عليه اه

وعلى الرابعة قوله تعالى يايها الذين امنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى
اولياء وقوله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء
تلقون اليهم بالمودة

وعلی الخامسة قوله تعالی ایبتغون عندهم العزة فان العزة لله جمیعًا۔

وعلی السادسة قوله تعالی الا ان تتقوا منهم تقاة وقوله تعالی

فتری الذین فی قلوبهم مرض یسارعون فیهم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرة

وعلی السابعة قوله تعالی فانت له تصدّی۔

وعلی الثامنة ما روی ابوداؤد ان النبی صلی الله علیه وسلم انزل

وفد بنی ثقیف فی مسجده اھ۔

وعلی التاسعة قوله تعالی لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم

فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ان الله یحب المقسطین

انما ینهاکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاهروا علی اخراجکم

ان تولوهم ومن یتولهم فاولئک هم الظالمون۔

فی العالمگیریة ولا باس بان یصل الرجل المسلم المشرک قریبًا کان او بعیدًا

محاربًا کان او ذمیًا واراد بالمحارب المستامن واما اذا کان غیر المستامن فلا ینبغی

للمسلم ان یصله بشیء کذا فی المحیط وذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدی

اذا کان حربیًا فی دار الحرب وکان الحال حال مسالمة وصلح فلا باس بان یصله

کذا فی التتارخانیة ج۲ ص۳۳۲ من تتمة امداد الفتاوی وفی حاشیة العلامة شیخ زادہ

علی البیضاوی وثانیها المعاشرة الجمیلة فی الدنیا بحسب الظاهر وذلک غیر ممنوع

منه وقال علیه السلام فی کل ذات کبد رطبة اجر۔

وعلی العاشرة والحادیة عشر قوله تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

وعلی الثالثة عشر ما فی الدر المختار ادل الذمی علی الطریق ومفاده جواز

الاستعانة بالكافر عند الحاجة وقد استعان عليه السلام باليهود على اليهود فرواه الحازمی
قول عند الحاجة اما بدونها فلا لان لا بمن عنده قوله وقد استعان عليه الصلوٰة
والسلام الخ ذكر فی الفتح ان فی سنده ضعفا وان جماعة قالوا لا یجوز لحدیث مسلم
ان علیه الصلوٰة والسلام خرج الی بدر فلحقه رجل مشرك فقال ارجع فلن استعین بمشرك اه
الحدیث وروی رجلان ثم قال وقال الشافعی فی رده علیه الصلوٰة والسلام المشرك والمشركین
کان فی غزوة بدر ثم انه علیه الصلوٰة والسلام استعان فی غزوة خیبر بیهود من بنی
قینقاع وفی غزوة حنین بصفوان بن امیة وهو مشرك فالرد ان کان لاجل انه کان
مخیرا بین الاستعانة وعدمها فلا مخالفة بین الحدیثین وان کان لاجل انه مشرك فهو
منسوخ بما بعده ج ۳ (ص ۲۳۶) وفی فتح القدیر ولا باس ان یستعان بالمشرکین علی قتال
المشرکین اذا خرجوا طوعا ویرضخ لهم ولا یسهم ولا یکون لهم رایة تخصهم الخ ج ۵ ص ۲۳۳۔
وفی رد المحتار باب الجمعة فی معراج الدرایة من المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد
الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم یظهروا فیها حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون
یطیعونهم عن ضرورة او بدونها وکل مصر فیها وال من جهتهم یجوز فیه اقامة الجمعة والاعیاد
الخ ج ۱ ص ۵۳۲ وقد عرف اطاعة الصحابة والتابعین لیزید والحجاج واطاعة العلماء للتتار فی
بغداد وفی تفسیر ابن جریر الا ان تتقوا منهم تقاة الا ان تکونوا فی سلطانهم فتخافوهم
علی انفسکم فتظهروا لهم الولایة بالسنتکم وتضمروا لهم العداوة ولا تتابعوهم علی ما هم علیه
من الکفر ولا تعینوهم علی مسلم بفعل اه۔ از فرقان۔

وعلی الرابعة عشر مافی الریاض جلس رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی
ینزع للیهود کل دلو بتمرة حتی اجتمع لشئ من التمر (وفی الاجارة) وفی ابن خلدون وابن هشام وسام ج

رسول الله صلی الله علیه وسلم عبد الله بن اریقط الدئلی کان کافرا (وفیه الاستیجار) وفی المشکوة
عن علی ان یهودیا کان یقال له فلان حبر کان له علی رسول الله صلی الله علیه وسلم دنانیر فتقاضی
النبی صلی الله علیه وسلم فقال له یا یهودی ما عندی ما اعطیک الخ (وفیه القرض) وفی صحیح البخاری
قد رهن النبی صلی الله علیه وسلم درعا له بالمدینة عند یهودی واخذ شعیرا له (وفیه الرهن) وفی الروض
الانف اهدی النبی صلی الله علیه وسلم الی ابی سفیان عجوة واستهداه ادما فاهداه ابو سفیان و
هو علی شرکه (وفیه الاهداء والاستهداء) وفی المحیط اذا خرج للتجارة الی ارض العدو بامان
فان کان امرا لا یخاف علیه منه وکانوا قوما یوفون بالعهد یعرفون بذلک وله فی ذلک منفعة
فلا باس وفی الهندیة اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارة لم یمنع ذلک منه و
کذلک اذا اراد حمل الامتعة الیهم فی البحر فی السفینة لا یمنع من ادخال البغال والحمیر والثور
والبعیر فیها فان کان خزا من ابریسم او ثیابا او قزا من القز فلا باس بادخالها الیهم وکذا ادخال
الصفر والشبه الیهم لان هذا لا یستعمل للسلاح وفیها قال محمد لا باس بان یحمل المسلم الی اهل
الحرب ما شاء الا الکراع والسلاح (وفی هذه الروایات البیع والشراء منهم الا ما استثنی) وفی
الهدایة من ارسل اجیرا له مجوسیا او خادما الخ وفی فتاوی الامام طاهر البخاری مسلم آجر نفسه
من مجوسی لا باس به وفی الروض الانف براء ملاعب الاسنة ارسل الی النبی صلی الله علیه وسلم
انی قد اصابنی وجع احسبه قال یقال له الدبیلة فابعث الی بشیء اتداوی به فارسل
النبی صلی الله علیه وسلم بعکة عسل وامره ان یستشفی (من رسالة النور) وفی الدر المختار
کتاب القضاء ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکره مسکین
وغیره الا اذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم اه وفی الدر المختار وجاز بیع عصیر عنب ممن
یعلم انه یتخذه خمرا لان المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لاعانته علی المعصیة
قوله بخلاف بیع امرد ممن یلوط به وبیع سلاح من اهل الفتنة لان المعصیة تقوم بعینه وفی رد المحتار
عن النهر وعلی هذا انه لا یکره بیع ما لم تقم المعصیة به کبیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح

والحجامة الضبارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف وفاقي بلوغ الخانية من انه يكره
بيع الامرد من فاسق يعلم انه يعصي به مشكل والذي جزم به الزيلعي في الحظر والاباحة انه
لا يكره بيع جارية ممن يأتيها في دبرها او بيع غلام من لوطي هو الموافق للمار وعندي ان ما في
الخانية محمول على كراهة التنزيه وهو الذي تطمئن اليه النفس اذ لا يشكل انه وان لم يكن له معينا
انه متسبب في الاعانة ولم ار من تعرض لهذا اه ج۵ ص۳۵۵ وفي صحيح البخاري عن عبد الرحمن
بن ابي بكر جاء مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها فقال النبي صلى الله عليه وسلم بيعا ام عطية
قال لا بل بيع فاشترى منه شاة اه (فرقان) قال العيني كره اهل العلم ذلك اي الاجارة
من الكافر الا للضرورة بشرطين احدهما ان يكون عمله فيما يحل للمسلم والاخر ان لا يعينه
على ما هو ضرر على المسلمين وقال ابن حجر معاملة الكفار جائزة الا فيما يستعين به اهل الحرب
على المسلمين اه۔ **وعلى الخامسة عشر** وفي الثالثة والرابع عشر **وعلى السادسة
عشر**۔ كون فتح هذه الامور ظاهرا وفي رد المحتار باب الجنائز وتزجر النائحة ولا يترك اتباعها
لاجلها اي لاجل النائحة لان السنة لا تترك بما اقترن بها من البدعة والاولى لو لية حيث يترك
حضورها البدعة فيها للفارق بانهم لو تركوا المشي مع الجنازة لزم عدم انتظامها ولا كذلك الوليمة
لوجود من يأكل الطعام عن ابي السعود ج۱ ص۹۲۳ **وعلى السابعة عشر** تعامل اهل الاسلام
على عدم تركهم واحدا من الاقوال المجتهد فيها هذا العمل وكثير من مسائل الحنفية شاهدة كل
كنفاذ قضاء القاضي ظاهرا وباطنا واباحة الربا في دار الحرب عدم الترجيح بكثرة الادلة ونحوها والمراد
بالسواد الاعظم هو الكثرة والا لوجب ترك اقوال ابي حنيفة التي شذ بها كزكاة مثلا واللازم منتف فكذا
الملزوم وفي البراهين القاطعة عن التوضيح السواد الاعظم من السلف ممن هو اهل مطلقة ولعل المراد
بالمطلقة اهل السنة والجماعة وهو الذين طريقتهم طريقة الرسول عليه السلام والصحابة دون اهل البدع
فكان المراد بالسواد الاعظم هم اهل السنة والجماعة سواء كانوا متفقين او مختلفين فلا يجوز الخروج
عن اتباع اهل السنة والجماعة لو اخذ بقول بعضهم وان كان هذا البعض قليلا وفي منار
نور الانوار في تعريف الاجماع اتفاق مجتهدي امة محمد صلى الله عليه وسلم في عصر على امر قولي او فعلي
اجماع الكل خلافا لواحد يمنع كخلاف الاكثر اه **وعلى الثامنة عشر والتاسعة عشر والعشرين** ظاهر جدا۔

انما عرف شملي عفي عنه ... ربيع الاول سنة ۱۳۱۳ه۔

مُعَامَلَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ

فِیْ

مُجَادَلَۃِ غَیْرِ الْمُسْلِمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک ہندوستان میں دوسرے ملک کی رہنے والی ایک غیر مسلم قوم حکمران ہے اور اس کی رعایا میں دو جماعتیں ہیں ایک مسلم ایک غیر مسلم۔ غیر مسلم رعایا نے اپنی ایک قومی سیاسی مجلس بنائی جس میں کچھ مسلمان بھی شریک ہو گئے اور حکمران قوم سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ذیل کی تدابیر اختیار کیں۔

نمبر (۱) حکومت کی قانون شکنی کی جاوے گو وہ قانون فی نفسہ مباح ہی ہو یعنی اُس کے ماننے سے کسی واجب کا ترک یا حرام کا ارتکاب لازم نہ آوے اور اگر اُس پر حکومت تشدد کرے تب بھی مدافعت نہ کرے۔ نہ مقابلہ سے اور نہ قانون شکنی کے ترک کرنے سے۔ گو اس اصرار سے بعض اوقات ہلاکت تک کی بھی نوبت آجائے حالانکہ قانون شکنی سے بچکر اپنی جان کی حفاظت کرسکتے تھے

نمبر (۲) حکومت سے معاملات میں مقاطعہ کیا جاوے یعنی نہ اُن کی نوکری کریں اگرچہ جائز ہی نوکری ہو اور اگرچہ دوسرے ذرائع معاش کے فقدان سے

نوکری نہ کرنے سے کتنی ہی تنگی ہو۔ نہ اُسکی تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کیجاوے اگرچہ وہ تعلیم مباح ہی ہو اور نہ اُس کے ملک کی تجارتی اشیار (خصوص پارچہ) خریدی جاویں

نمبر (۳) جن دوکانوں پر ایسی اشیار کی تجارت ہوتی ہو اُن پر پہرہ دار مقرر کئے جائیں کہ وہ خریداروں کو جس طرح بھی ممکن ہو روکیں۔ اوّل زبانی فہائش سے۔ اگر اس سے نہ مانیں تو اُن کے راستہ میں لیٹ جائیں تاکہ وہ مجبور ہو جائیں اور اگر خرید چکے ہوں تو اُن کو واپسی پر مجبور کریں گو دوکاندار خوشی سے واپس نہ کرے۔ اسی طرح دوکاندار کو ایسی اشیار کی تجارت بند کرنے پر مجبور کریں اگر وہ نہ مانے تو اُس کو طرح طرح کی تدبیروں سے ضرر پہونچاویں دھمکیاں دیں۔ گو اُس دوکاندار کے پاس اور کوئی ذریعہ معاش نہ ہو اور گو اس تجارت کے بند کرنے سے وہ اور اُس کے اہل وعیال بھوکوں مریں۔

نمبر (۴) اپنے رہبروں کی گرفتاری وغیرہ کے موقعوں پر ہڑتال کرا دینا یعنی دوکانیں بند کرا دینا اگرچہ کسی کو دوکان بند کرنے سے فاقہ ہی کی نوبت آجاوے اور جو شخص اِن مقاطعات واحتجاجات مذکورہ نمبر ۳ و ۴ میں ان سے شرکت نہ کرے اُس کو اذیت پہونچانے میں حتی کہ بعض اوقات موقع پاکر زدوکوب کرنے میں بھی دریغ نہ کریں۔

نمبر (۵) اِن مذکورہ پہروں اور ہڑتالوں میں بے پردہ عورتوں سے مدد لینا اگرچہ وہ جوان اور زینت سے آراستہ ہوں یعنی اُن کا دوکانوں پر بے حجابانہ بیٹھنا اور سڑکوں پر پھرنا یا خرید وفروخت سے روکنا ہڑتال وغیرہ کی ترغیب دینا اور اس گفتگو کے لئے اجنبی مردوں سے بے تکلف خطاب و اختلاط کرنا اور ہاتھ جوڑکر یا راستہ میں لیٹ لیٹ کر خریداروں کو مجبور کرنا جس سے بعضے غلبۂ حیا سے اور اکثر غلبۂ شہوت سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اس میں نگاہ اور قلب کا فتنہ

تو یقینی ہے اور بعض اوقات اس سے آگے فحش افعال میں بھی ابتلا ہو جاتا ہے
نمبر (۶) اگر کوئی گرفتار ہو جائے اُن میں سے بعضے لوگ جیلخانہ میں مقاطعہ جوعی کرتے ہیں یعنی کھانا نہیں کھاتے یہانتک کہ مرجاتے ہیں اور قوم میں اُنکی مدح کیجاتی ہے
نمبر (۷) وقتاً فوقتاً جلسے کیے جاتے ہیں جلوس نکالے جاتے ہیں اُن میں تلبیسی تقریریں کیجاتی ہیں بعض اوقات کنواری بیاہی نوجوان عورتیں بھی تقریر کرتی ہیں خلاف شرع نظمیں پڑھی جاتی ہیں، باجا وغیرہ بجایا جاتا ہے۔
نمبر (۸) ان تحریکات کی غرض خود اس جماعت کے اقرار سے تو ایک ایسی حکومت کا قائم کرنا ہے جسمیں عنصر غالب اُس غیر مسلم جماعت کا ہوگا اور عنصر مغلوب جماعت مسلم کا۔ مگر واقع میں یہ عنصر مغلوب بھی برائے نام ہی ہے اصلی غرض اُس غیر مسلم جماعت کا تسلط ہے جس سے شعائر اسلام اور جماعت مسلمین ذاتاً یا مذہباً بالکل فنا ہو جائیں چنانچہ خود اُس حکومت کا نظام مجوزہ اور اُس جماعت کے معاملات و واقعات اور تقریرات و تحریرات اس پر کافی گواہ ہیں چنانچہ تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ اس جماعت غیر مسلم نے عام مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد میں شریک کرنے اور اُن سے مدد لینے کے لئے ایک قرارداد منظور کی تھی جس سے مسلمانوں کے مذہبی و قومی مصالح اور ملی حقوق کا ایک حد تک تحفظ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس قرارداد کی وجہ سے مسلمان بہت کچھ مطمئن ہو گئے تھے لیکن بعد میں اُس جماعت نے اپنی دوسری خالص مذہبی و قومی مجلس اعظم کے ایما و ہدایت کے موافق اُس قرارداد کو منسوخ کردیا۔ اس کارروائی سے ایک تو اس جماعت غیر مسلم کی نیت و ارادہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے زیر اثر اور مغلوب کرکے رکھنا چاہتی ہے اور یہ خطرہ یقینی ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی اور قومی معاملات میں اسلامی شریعت کے خلاف دست اندازی ہوا کریگی جس کی مثال شاردا ایکٹ کی صورت میں

پہلے سے موجود ہے۔ دوسرے اس جماعت غیر مسلم کے نقض عہد کی وجہ سے مسلمانوں کو آئندہ اُن کے کسی عہد و پیمان پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔

نمبر (۹) ان تدابیر کی تجویز و تعلیم و تنقید کا علمبردار ایک ایسے غیر مسلم کو قرار دیا گیا ہے جس کا مطمح نظر صرف اپنی قوم کا مفاد ہے اور مسلمانوں سے اُس کو کوئی ہمدردی نہیں چنانچہ اُس کے مقاصد میں سے گاؤ کشی کا انسداد خود اُس کے اقرار سے ثابت ہے جیسا کہ اخبارات میں مذکور ہے اور باوجود اس کے بعض مسلمان اُس غیر مسلم کے ایسے مطیع و معتقد اور محب ہیں کہ جو اُس کے مُنہ سے نکلتا ہے عمل میں بھی اُس پر لبیک کہتے ہیں اور اُس کے مقولہ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اُس کے محاسن نہایت جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں اور کم سے کم ٹوپی ہی پہننے میں رغبت سے اُس کے ساتھ تشبہ کرتے ہیں

نمبر (۱۰) اس جماعت غیر مسلم کے بعض احاد اپنی قوت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شرکت کی اب بھی دعوت دیتے ہیں اور بعضوں کو اپنی قوت پر ایسا ناز ہے یا کسی مصلحت سے وہ قوت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی طرف التفات بھی نہیں کرتے مگر بعضے مسلمان گو بہت ہی قلیل ہیں اُن کی طرف بڑھتے ہیں، پھر ان میں بعض مسلمان تو ظاہراً و باطناً اُن کے تابع ہو کر اور بعض برائے نام زبان سے تو اپنے استقلال کے مدعی ہو کر مگر عملاً اُنکے تابع ہو کر اُن کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔

یہ مجمل صورت ہے واقعات کی۔ اور تفصیل مشاہدات و مطالعہ اخبارات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اب ان واقعات کے متعلق سوالات حسب ذیل ہیں۔

(الف) آیا یہ افعال مذکورہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں اور جماعت مسلمین کو ایسے افعال کا ارتکاب جائز ہے یا نہیں۔ بالخصوص جماعت غیر مسلم کے تابع ہو کر

بالخصوص جبکہ اس کا اثر کفر کی تقویت اور اسلام کا ضعف ہو جیسا واقعات نمبر ۸ و نمبر ۹ و نمبر ۱۰ سے ظاہر ہے۔

(ب) اگر افعال ممنوعہ کے ساتھ کچھ افعال مباح بھی ہوں تو ان افعال مباحہ کے شامل ہونے سے آیا افعال ممنوعہ بھی مباح ہو جاویں گے۔ یا مباح و غیر مباح کا مجموعہ غیر مباح رہیگا؟

(ج) ایسی حکومت جو مرکب ہو جماعت مسلمہ و غیر مسلمہ سے۔ کیا وہ حکومت اسلامی ہوگی یا غیر اسلامی خصوصاً جبکہ قرائن قطعیہ سے ثابت ہو کر اس حکومت میں ہمیشہ مقصود مصالح سیاسیہ ہوں گے اور جب کبھی ان مصالح میں اور مذہب میں تصادم و تزاحم ہوگا وہ مصالح ہی مقدم ہونگے اور مذہب کو یا ترک کر دیا جاویگا یا اُس میں تحریف کر کے اُن مصالح پر منطبق کر دیا جاویگا بلکہ اس حکومت میں جس قسم کے مسلمان حصہ پا سکتے ہیں خود اُن کے حالات سے بھی ترجیح مصالح کی مذہب پر قریب قریب یقینی ہے جس کی تازہ نظیر امان اللہ خاں کی حکومت کا رنگ ہے۔ پھر غیر مسلم سے تو رعایت مذہب کی کیا توقع ہے۔ پس کیا ایسی حکومت کیلئے جو کہ مسلم و کافر میں مشترک ہو پھر مسلم بھی وہ جنکی حالت ابھی مذکور ہوئی کوشش کرنا جہاد ہے جس کی شرعی غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور تقویت دین ہے۔ اور گو اب بھی حکومت غیر اسلامیہ ہے مگر کیا ان دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اب تو حکومت غیر اسلامیہ ہمارے اختیار سے نہیں اور وہ ہمارے اختیار سے ہوگی۔ نیز اس وقت کی حکومت غیر اسلامیہ اپنی رعایا کے مذہب کو قصداً ضرر نہیں پہونچاتی۔ اور وہ حکومت جو برائے نام مشترکہ اور درحقیقت غیر اسلامیہ ہوگی قصداً مذہب اسلامی کو ضرر پہونچاویگی جس کے شواہد مشاہد ہیں جو کہ روزانہ اخبارات میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔

(د) اگر کسی ایک عالم یا علماء کی کسی جماعت نے افعال مذکورہ میں شرکت یا موافقت کا

فتویٰ دیدیا خواہ کسی غرض فاسد سے خواہ خلوص کیساتھ اجتہادی غلطی و حقیقت ناشناسی سے۔ یا فتویٰ کو تو افعال مباحہ کیساتھ مقید کیا مگر مسلمانوں میں نظام نہ ہونے کی وجہ سے اور علماء میں قوت نہ ہونے کی وجہ سے ....

یقینی ہو کہ وہ اُن قیود کے ہرگز مقید نہ ہونگے اور ضرور افعال غیر مباحہ کے مرتکب ہونگے بہرحال کسی صورت سے ایسا فتویٰ کسی نے دیدیا مگر اسی کیساتھ بہت سے علماء اُس فتویٰ میں متفق بھی نہ ہوں تو کیا سب مسلمانوں پر اُس فتوے پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے یا جس سے جسکو اعتقاد ہو اُسکے فتوے پر عمل کر سکتا ہے۔ اور کیا چند علماء کا خواہ وہ کثیر یا اکثر ہی ہوں (گو یہاں ایسا نہیں ہے) اتفاق کر لینا اجماع میں داخل ہو جاویگا جس کی مخالفت ناجائز ہوتی ہے۔

(ی) جو شخص ان تدابیر کو خلاف شرع سمجھکر اس میں شرکت نہ کرے اُسپر ملامت کرنا یا طعن کرنا یا اُس کو بدنام کرنا یا اس سے بڑھکر اُس کو کسی قسم کی مالی یا بدنی اذیت و مضرت پہونچانا جیسا کہ بہت مواقع پر ہوا جائز ہے۔

الجواب (الف) یہ افعال شرعاً جائز نہیں اور مسلمانوں کو ایسے افعال کا ارتکاب جائز نہیں۔ خصوص جبکہ غرض بھی وہ ہو جو سوال میں مذکور ہے اُس وقت تو دو قبح جمع ہو جائینگے ایک باعتبار حقیقت کے دوسرا باعتبار غایت کے۔ چنانچہ ایک ایک کے متعلق لکھتا ہوں۔

نمبر (۱) حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور جس حالت میں اس قانون پر عمل کرنا شرعاً جائز ہو جیسا سوال میں مذکور ہے تو بلا ضرورت ایسی قانون شکنی کا انجام ہلاکت ظاہر ہے۔

نمبر (۲) یہ مقاطعہ بعض اوقات ترک واجب تک مفضی ہو جاتا ہے مثلاً کسی کے پاس بجز جائز نوکری یا کسی خاص تجارت کے دوسرا کوئی جائز ذریعہ معاش کا نہیں

اور ادائے حقوق اہل وعیال کے لئے اُس پر اکتساب واجب ہے، تو اس مقاطعہ سے اس واجب کا ترک لازم آتا ہے، اور ترک واجب معصیت ہے اور جن مقاطعات میں اس واجب کا ترک بھی لازم نہ آتا ہو مگر حکومت سے عداوت لازم آتی ہے اور بلا ضرورت شرعیہ ضعیف کیلئے جائز نہیں کہ قوی کو اپنا دشمن بنالے کہ اس میں بھی اپنے کو مصیبت میں ڈالنا ہے جس کی ممانعت آیت مرقومہ نمبر ۱ میں گذری ہے اور یہ جب ہے کہ اس مقاطعہ کو واجب شرعی نہ سمجھا جاوے اور اس پر دوسرے کو مجبور نہ کیا جاوے۔ ورنہ واجب شرعی سمجھنا مصداق ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ کا اور مجبور کرنا ظلم واکراہ ہے جس کی حرمت ظاہر ہے۔

نمبر (۳۳) یہ واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا کیونکہ بجز بعض خاص تجارتوں کے سب اشیاء کی خرید وفروخت کا معاملہ اہل حرب تک کے ساتھ بھی جائز ہے چہ جائیکہ معاہدین کیسا تھ فی شرح السیر الکبیر ج ۳ باب ما یکرہ ادخالہ دار الحرب الا انہ لا باس بذلک فی الطعام و الثیاب ونحو ذلک لما روی ان ثمامۃ بن اثال الحنفی اسلم فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطع المیرۃ عن اھل مکۃ وھی نواحی تلی جوث فکتبوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسألونہ ان یاذن لہ فی حمل الطعام الیہم فاذن لہ فی ذلک واھل مکۃ یومئذ کانوا حربا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعرفنا انہ لاباس بذلک الی قولہ الا الکراع والسبی والسلاح دوسرے بعد تمام بیع کے واپسی پر مجبور کرنا اور زیادہ گناہ ہے کیونکہ بدون قانون خیار کے یہ واپسی بھی شرعاً مثل بیع کے ہے جس میں تراضی متعاقدین شرط ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم تیسرے نہ ماننے والوں کو ایذا دینا جو کہ ظلم محض ہے۔

چوتھے اہل وعیال کو تکلیف پہونچانا کہ یہ بھی ظلم ہے۔ پانچویں اگر اس کو واجب شرعی بتلایا جاوے تو شریعت کی تغییر وتحریف ہونا جسکا مذموم ہونا نمبر ۲ میں گذر چکا ہے۔

نمبر (۴) اس میں بھی وہی خرابیاں ہیں جو نمبر ۳ میں مذکور ہوئیں اور اگر ان احتجاجات مذکورہ میں شرکت نہ کرنے پر ایذا جسمانی کی بھی نوبت آجاوے تو یہ گناہ ہونے میں اضرار مالی سے بھی اشد اور منافی اقتضائے اسلام کے ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمؤمن من امنہ الناس علی دماءھم واموالھم جمع الفوائد للترمذی و النسائی ولہ وللبخاری ولابی داؤد بدل والمؤمن الی اخرہ والمہاجر الخ پھر ان مقاطعات پر مجبور کرنے میں یہ جانبین خود اپنے تسلیم کردہ قانون حریت کے بھی خلاف کرتے ہیں، ورنہ کیا وجہ کہ اپنی آزادی کی تو کوشش کریں اور دوسروں کی آزادی کو سلب کریں۔

نمبر (۵) اس واقعہ کا نصوص حرمت زنا ومقدمات زنا کے منافی ہونا ظاہر ہے خصوص اس اعلان کیساتھ جوکہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم

نمبر (۶) اس کا خودکشی اور حرام ہونا ظاہر ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقتلوا انفسکم وفی الھدایۃ کتاب الاکراہ فیاثم کما فی حالۃ المخمصۃ الی قولہ فکان اباحۃ لا رخصۃ الخ وفی العنایۃ فامتناعہ عن التناول کامتناعہ من تناول الطعام الحلال حتی تلفت نفسہ او عضوہ فکان اثما الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جان بچانا اس درجہ فرض ہے کہ اگر حالت اضطرار میں اندیشہ مرجانے کا ہو اور مردار کھانے سے جان بچ سکتی ہو اس کا نہ کھانا اور جان

دیدینا معصیت ہے چہ جائیکہ طعام حلال کا ترک اور اس فعل کی مدح کرتے ہیں تو اندیشہ کفر ہے کہ صریح تکذیب ہے شریعت کی کہ شریعت جس فعل کو مذموم کہتی ہو یہ اس کو محمود کہتا ہے۔

نمبر (۷) قال اللہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ ایسے جلسوں و جلوسوں کی شرکت جن میں خلاف شریعت تقریریں ہوتی ہوں اور علی الاعلان احکام شرعیہ کی مخالفت کیجاتی ہو صریح گناہ ہے بالخصوص جبکہ ان کو مستحسن بھی سمجھا جاوے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیجاوے۔

نمبر (۸) اس غرض کا مذموم ہونا ظاہر ہے اور ایسی غرض کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا صریح اعانت ہے معصیت کی یا کفر کی جس کی حرمت منصوص ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ۔

نمبر (۹) قال اللہ تعالیٰ ولا تطع منہم آثما او کفورا وقال تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعقلون ہا انتم اولاء تحبونہم ولا یحبونکم الآیات وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ واہتز لہ العرش رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ) وقال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فہو منہم رواہ احمد و ابوداؤد (مشکوٰۃ) ان آیات و احادیث سے اس

واقعہ کے اجزا کا قبیح و معصیت ہونا ظاہر ہے۔

نمبر (۱۰) فی شرح السیر الکبیر باب الاستعانة باهل الشرک واستعانة المشرکین بالمسلمین ج ۳ ما نصه ولا باس بان یستعین المسلمون باهل الشرک علی اهل الشرک اذا کان حکم الاسلام هو الظاهر الی ان قال والذی روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای کتیبة حسناء فقال من هؤلاء فقیل یهود بنی فلان حلفاء ابن ابی فقال انا لانستعین بمن لیس علی دیننا تاویله انهم کانوا اهل منعة وکانوا لایقاتلون تحت رایة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندنا اذا کانوا بهذه الصفة فانه یکره الاستعانة بهم الی قوله وانما کره ذلک لانه کان عنده سبعمائة من یهود بنی قینقاع من حلفائه فخشی ان یکونوا علی المسلمین ان احسوا بهم زلة فردهم لهذا وهو فیه بعد ذلک حدیث الزبیر حین کان عند النجاشی فنزل به عدوه فابلی یومئذ مع النجاشی بلاء حسنا الی قوله ان النجاشی کان مسلما واعداء علیه قلنا ان ظهر علی النجاشی لم یعرف من حقنا ما کان النجاشی یعرف فاخلصنا الدعاء الی ان مکن اللہ النجاشی اھ ملخصا۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ کفار کے ساتھ ایسے معاملات میں شرکت کی (جبکہ اور کوئی امر شرعی مانع نہ ہو) شرط یہ ہے کہ وہ ہمارے تابع ہوں اور اگر وہ ہمارے تابع نہ ہوں خواہ متبوع ہوں یا دونوں قوت و عمل میں برابر ہوں تو ان کی ساتھ شرکت جائز نہیں جس کی وجہ بھی اسی روایت میں مذکور ہے کہ جب انہیں بھی قوت مستقلہ ہو تو شرکت میں اندیشہ ہے کہ جب مجموعی قوت سے انکا مقابل مغلوب ہو جاوے پھر وہ اپنی قوت سے مسلمانوں کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اگر کہیں اس شرط کے خلاف ہوا ہے جیسے ایک غنیم کے مقابلہ میں

نجاشی کی مدد حضرات صحابہ نے کی تو اُسکی وجہ یا تو یہ ہے کہ نجاشی اُسوقت مسلمان ہوگئے تھے یا یہ وجہ ہے کہ مسلمانوں کو حالت موجودہ میں کسی پناہ کی حاجت تھی اور نجاشی بہ نسبت اُس ضنیم کے مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید تھے اس لئے اُس قسم پر وہ شرط نہیں رہی یہ حاصل ہے روایت کا اب اس واقعہ کی حقیقت میں غور کرنے سے اُس کا حکم اس روایت سے صاف ظاہر ہے وہ یہ کہ اگر مسلمان اس غیر مسلم طالب آزادی جماعت کے ساتھ شریک ہوجائیں تو یقیناً وہ مسلمانوں کے تابع نہیں ہیں بلکہ یا تو متبوع ہونگے اور مسلمان اُنکے تابع اور غالب یہی ہے اور یا دونوں برابر ہونگے تو گو یہ احتمال بہت ضعیف ہے لیکن اگر ایسا بھی ہو تب بھی جواز شرکت کی جو شرط تھی کہ مسلمان متبوع ہوں وہ مفقود ہے اس لئے جواز بھی مفقود ہے اور جو وجہ عدم جواز شرکت کی روایت مذکورہ میں بیان کیگئی ہے کہ مسلمانوں سے کام نکال کر پھر خود مسلمانوں پر غالب آنے کی کوشش کریں یہاں اُس کا خطرہ یقینی ہے۔ یہ تفصیل تھی حرف الف کے جواب کی اب بقیہ جوابات عرض کرتا ہوں۔

(**ب**) اصولیین وفقہاء کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ ما اجتمع الحلال والحرام الا وقد غلب الحرام یعنی مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہی ہوتا ہے اور یہی مسئلہ عقلی بھی ہے بلکہ اگر صرف جزو مباح ہی پر نظر کیجاوے مگر وہ ذریعہ ہوجائے کسی مقصود غیر مباح کا سو قاعدۂ شرعیہ مقدمۃ الحرام حرام خود وہ جزو مباح بھی غیر مباح ہوجاتا ہے اس سے اس سوال کا جواب معلوم ہوگیا کہ مباح کے انضمام سے مجموعہ مباح نہ ہوگا اور بعض صورتوں میں خود وہ مباح بھی مباح نہ رہے گا۔

(**ج**) اسی اصل مذکور حرف ب کے مقتضا سے ایسی حکومت بھی غیر اسلامی ہوگی خصوص جبکہ اُس میں وہ خطرات ہوں جو اس سوال میں لکھے

گئے ہیں پھر آپکے لئے کوشش کرنا جہاد کیونکر ہوسکتا ہے اس کو اعلاء کلمۃ اللہ
وتقویت دین کون کہہ سکتا ہے۔ فی جمع الفوائد سئل النبی صلی اللہ علیہ
وسلم عن الرجل یقاتل شجاعۃ ویقاتل حمیۃ (للقرابۃ والوطن مثلاً)
ویقاتل ریاء ای ذلک فی سبیل اللہ فقال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ
ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ للستۃ الا مالکا۔ اور دونوں قسم کی
حکومتوں میں سوال میں نہایت وضوح وتفصیل سے وہ فرق دار الحکم کا فرق
پوچھا گیا ہے فرق ظاہر ہے اور نمبر ۱ کے جواب میں روایت سے نوشتہ نجاشی کو
لکھا گیا ہے وہ ایسی ہی فرق پر مبنی ہے اور ایسے ہی وصف فارق پر حضرت
مولانا گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے ایک فتوی کو مبنی فرمایا ہے جو ذیل میں منقول ہے
وھی ھذہ۔ چونکہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا ہے کہ کسی کی
ملت اور مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی مذہبی آزادی
میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن وحفاظت میں رکھتے
ہیں لہذا مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو کہ مملوکہ ومقبوضہ اہل مسیحی ہے رہنا
اور اُن کا رعیت بننا درست ہے چنانچہ جب مشرکین مکہ معظمہ نے مسلمانوں کو
تکلیفیں اور اذیتیں پہونچائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک حبشہ میں جو
مقبوضہ نصاری تھا بھیجدیا اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ کسی کے مذہب
میں دست اندازی نہ کرتے تھے (از حصہ روئداد جلسہ ۵۲۔ مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور منعقدہ ۲۵ مارچ [illegible]ء) وتقیید الفتوی بالمذھب
الرعیۃ لیخرج اضواء بعضھم من لیس علی ملتھم فی البلاد الشاسعۃ
عما ھو من اھل الحکومۃ لیس فی الملۃ وما ھو فی الملۃ لیس
من اھل الحکومۃ اور اسی فرق کی تائید ایک دوسرے مسئلہ سے بھی ہوتی

جو عقلی بھی ہے اور شرعی بھی وہ یہ کہ جہاں دونوں شقوں میں مفسدہ ہو مگر ایک میں اشد ایک میں
اخف اشد سے بچنے کیلئے یا اُسکو دفع کرنے کیلئے اخف کو گوارا کر لیا جاتا ہے کما قالوا
من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونہما وقال النووی فی شرح مسلم فی حدیث
بریرۃ ما نصہ والثانیۃ والعشرون احتمال اخف المفسدتین لدفع اعظمہما
واحتمال مفسدۃ یسیرۃ لتحصیل عظیمۃ علی ما بیناہ فی اول شرح الولد لہو اھ

(۴) ایسا فتویٰ سب پر حجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ جس عالم سے عقیدت ہو اُس کے
فتوے پر عمل کرے بلکہ حالات مذکورہ سوال پر نظر کرکے تو جواز شرکت کا فتویٰ دینے والوں کے
قول میں اگر تاویل ہی کر دی جاوے غنیمت ہے مثلاً یہ کہ اُنکی نیت نیک ہوگی اور ان مفاسد
پر نظر نہ ہوگی اور اسکو اجماع تو کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتے۔ فی نور الانوار واھل الاجماع
من کان مجتہدا صالحا الخ والشرط اجتماع الکل وخلاف الواحد مانع کخلاف
الاکثر ثم وانظر الی بعض اقوال بعض المجتہدین خالفوا فیہا الجم الغفیر
من العلماء ولم یطعن فیہم بمخالفۃ الاجماع ومبناہ ما بینتہ فی حد خلا الوا

(۵) اوّل تو اگر جانبین میں صواب وخطا کا برابر بھی احتمال ہوتا تب بھی مسائل اجتہادیہ
میں کسی ایک شق کو صواب سمجھنا اور دوسری شق کے اختیار کرنیوالے پر ملامت کرنا مصداق
ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ کا اور یہاں تو اجوبہ مذکورہ پر نظر کرکے جانب منع
راجح ہے پھر تو شریک نہ ہونیوالے پر کسی قسم کی بدگمانی یا بدزبانی کرنے کا بدرجہ اولیٰ کسی کو
حق نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ کتبہ **اشرف علی** عاشر صفر سنہ ۱۳۳۹ھ

نوٹ نمبر (۱) اسکے قبل دوبارہ مجھ سے ایک ایسی عبارت کے متعلق سوال کیا
گیا جو میری طرف منسوب کرکے بدون میرے علم کے شائع کیگئی تھی اوّل بار اُس
عبارت میں حوالہ بھی نہ تھا دوسری بار میں حوالہ تھا اب تیسری بار میں مستقل سوالات
پیش کئے گئے چونکہ واقعات وحالات کے تبدل سے ہمیشہ جواب بدل جاتا ہے جسکا

احتمال آئندہ بھی ہے اسلئے تینوں بار میں مختلف عنوان سے جواب دیا گیا گو معنوں میں تعارض نہیں پس جوابوں کے تخالف حقیقی کا شبہ نہ کیا جاوے اگر کچھ تخالف صوری ہے تو وہ سوالات کا ہے۔

نوٹ نمبر (۲) یہ تحریر بالا تو خاص سوالات کا جواب تھا جو واقعات کے تابع ہیں چونکہ میرے پاس کوئی موثوق بہ ذریعہ تحقیق واقعات کا نہیں اسلئے احتیاطاً میں نے اپنے لئے طریق عمل وہ تجویز کیا ہے جو ایک خادم دین جماعت نے ایک دینی درگاہ کیلئے تجویز کیا ہے۔ وھو ھذا بتصریح بعض علماء امت و نیز لیڈران قوم باہم مختلف الرائے ہیں ہر ایک جماعت اپنے علم و تحقیق یا اغراض کے مطابق واقعات کو ملک کے سامنے پیش کر رہی ہے اور حالات بسرعت واقعات کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں اس صورت میں کسی ایک واقعہ خاص کو پیش نظر رکھکر رائے قائم کرنا شرعی نقطہ نظر سے دشوار ہے اسلئے سیاسی مسائل میں جب تک کسی قطعی فیصلہ کی شرعی ضرورت داعی نہ ہو سکوت ہی مصلحت سمجھا گیا ہے پس اس درگاہ کا جماعتی مسلک مختصر الفاظ میں ہمیشہ یہ رہا اور ہے کہ اسنے نہ اعلان حق میں کبھی دریغ کیا اور نہ عمل میں کبھی نمایش اور ہنگامہ آرائی کو دخل دیا اُس کی جماعت جس طرح شورش پسند نہیں ہے اُسی طرح کسی اثر سے متاثر ہو کر کتمان حق کرنے والی بھی نہیں ہے یہ اُس کا قدیم جماعتی مسلک ہے جس پر کسی انفرادی یا شخصی عمل کی ذمہ داری نہ کبھی پہلے عاید ہوئی ہے نہ اب ہو سکتی ہے۔ ۴ر ذی الحجہ سنہ ۴۵ھ و ۱۴ر محرم سنہ ۴۶ھ

نوٹ نمبر (۳) چونکہ اس مضمون کی ایک معتد بہ مقدار ہو گئی اس لئے حسب معمول بمناسبت مضمون کے اس کا ایک لقب بھی تجویز کر دیا معاملۃ المسلمین فی مجادلۃ غیر المسلمین۔

اشرف علی عفی عنہ

صیانۃ المسلمین

عن

خیانۃ غیر المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد الحمد والصلوٰۃ فعن ابی ھریرۃ رض قال النبی صلی اللہ
لیہ وسلم المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف وفی کل خیر
حدیث رواہ مسلم - آج کل مسلمانان ہند جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں
یں دو طریق شروع ہیں ایک ضعفاء کیلئے کہ سکوت محض سے کام لیں حفاظت
وئی سامان کریں نہ مدافعت کا اہتمام کریں - دوسرا اقویاء کیلئے کہ حفاظت
دافعت کی تدبیر کریں اپنے لئے بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی -
حدیث بالا سے جس طرح دونوں طریق کا جواز معلوم ہوتا ہے - اسی طرح دوسرے
یق کی ترجیح بھی معلوم ہوتی ہے اور حفاظت کا محل دو چیزیں ہیں - ایک
ن اور اصل یہی ہے - دوسرے دنیا اس کی حفاظت کی فضیلت بھی مع
یلت حفاظت دین کے اس حدیث سے ثابت ہے من قتل دون مالہ فھو
شہید ومن قتل دون دمہ فھو شہید ومن قتل دون دینہ
ھو شہید ومن قتل دون اھلہ فھو شہید (جمع الفوائد عن اصحاب السنن)
یہ امر تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر افراد حفاظت کے خصوص دوسروں کی مطلقاً

حفاظت اور اہلِ دنیا کی حفاظت کے افراد عادۃً موقوف ہیں قوت اجتماعیہ اور اتفاق منظم پر اس لئے حفاظت کی ضرورت داعی ہوگی اجتماع واتفاق وتنظیم مذکور کی طرف اور ہمارے بھائیوں میں یہ قریب قریب مفقود ہے اسی لئے ہر مسلمان بجائے خود اپنے کو تنہا دیکھکر اپنے ضعف سے پریشان ہے ورنہ اہلِ باطل کے مقابلہ میں اہلِ حق کی پریشانی کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا اور اگر کہیں برائے نام تنظیم ہے تو اُس سے محض اغراض دنیویہ مقصود ہیں بلکہ اکثر تو دین کو اُن اغراض میں مخل سمجھکر قصداً اُس سے اعراض کرتے ہیں ایسی بیچارگی کے وقت میں رحمت الٰہیہ نے دستگیری فرمائی کہ بعض بندوں کے قلوب میں ایسی تنظیم کی ضرورت اور عملی صورت القاء فرمائی جس سے دین اصالۃً اور دنیا تبعاً محفوظ رہ سکے۔ اس لئے ہم چند خدام اسلام نے اس تنظیم کی غرض سے ایک مجلس قایم کی اور چونکہ ہر عمل میں تحقیق حکم شرعی کی ضرورت ہے اس لئے اُس کی دفعات کے متعلق فتویٰ شرعی بھی حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی سے حاصل کیا جو ذیل میں منقول ہے اور چونکہ اسکی ضرورت ہر مقام پر عام ہے اس لئے دیگر اہلِ اسلام کے نفع کی غرض سے اس کو شائع بھی کیا جاتا ہے اگر مقامی مصلحت سے اس میں کہیں جائز کمی بیشی کر لی جاوے اس کا مضائقہ نہیں۔

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بات میں کہ آج کل مسلمانان ہند جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور آئندہ اس سے زیادہ مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اُن سے خود محفوظ رہنے اور دوسرے بھائیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک جماعت نے ایک مجلس قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے جس کی دفعات حسب ذیل ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ دفعات شریعت مطہرہ کے خلاف تو نہیں تاکہ ایسی دفعہ کو بدل کر شریعت کے موافق کر لیا جاوے۔ وہ دفعات یہ ہیں۔

نمبر (۱) احکام شرعیہ پر پورے اہتمام سے عمل کرنا اور جن اعمال پر قدرت نہ ہو اُن میں معذوری ہے۔

نمبر (۲) دوسروں کو اُن احکام کی اور اُن کی پابندی کی تبلیغ کرنا۔

نمبر (۳) خصوص احکام ذیل جنکو خاص دخل ہے حفاظت مقصودہ میں وہ احکام یہ ہیں اسلام پر قایم رہنا۔ علم دین سیکھنا اور سکھلانا۔ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا اللہ تعالیٰ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت درجۂ عشق میں رکھنا۔ تقدیر پر ایمان لانا اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا۔ دعا مانگنا۔ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا اور جو اِن میں گذر گئے ہیں اُن کے اچھے حالات کی کتابیں پڑھنا یا سُننا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کا پڑھنا یا سُننا۔ مسلمانوں کے حقوق کا خاص خیال رکھکر ادا کرنا۔ اپنی جان کے حقوق ادا کرنا۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ حکام کا مقابلہ نہ کریں بلکہ تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کریں اگر حسب مرضی انتظام نہ ہو صبر کریں اور اگر کسی مخالف کی طرف سے کوئی شورش ہو تو حکام ہی کے ذریعہ سے اُس کی مدافعت کریں پھر خواہ وہ خود انتظام کر دیں خواہ تم کو انتظام کی اجازت دیدیں۔ نیز جان کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ ورزش کریں۔ حدود قانون کے اندر فن پھکری سیکھیں نماز کی پابندی رکھنا ضرورت کے مقام پر مسجد بنانا۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ زکوٰۃ دینا نیز دوسرے نیک کاموں میں خرچ کرنا۔ روزے رکھنا۔ حج کرنا۔ اور اگر وسعت یا ہمت ہو روضہ شریف کی زیارت بھی کرنا۔ قربانی کرنا۔ اور اگر اس میں کوئی روک ٹوک کرے تو اُس دستور العمل کو اختیار کریں جو ابھی اپنی جان کے حقوق میں مذکور ہوا۔ آمدنی اور خرچ کا انتظام رکھنا۔ نکاح سے نسل بڑھانا۔ دنیا سے دل نہ لگانا۔ گناہوں سے بچنا۔ صبر و شکر کرنا۔ صبر میں یہ بھی داخل ہے کہ جہاں شریعت کا حکم ہو وہاں مالی یا جانی کیسی ہی تکلیف ہو

اُس کی برداشت کرنا مشورہ کے قابل امور میں مشورہ لینا۔ باہم محبت و ہمدردی واتفاق رکھنا۔ امتیاز قومی یعنی اپنا لباس اپنی وضع اپنی بول چال اپنا برتاؤ وغیرہ غیر مذہب والوں سے الگ رکھنا ان اعمال کی تفصیل رسالہ حیوۃ المسلمین میں کی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے عے)۔

نمبر (۴) طریق عمل احقر کے ذہن میں یہ ہے کہ جس جگہ جس جماعت کو گو وہ قلیل ہی ہو توفیق ہو ایک مجلس بناکر ان احکام پر عمل کرنے اور کرانیکی کوشش شروع کردیں

نمبر (۵) سہولت نظم کے لئے اس مجلس کا کوئی لقب بھی تجویز کرلیا جاوے مثلاً صیانۃ المسلمین یا اور کچھ اور باقاعدہ اس کے کچھ عناصر بھی مقرر کردیئے جاویں جن کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہ ہوگا۔

نمبر (۶) یہ عناصر تین قسم کے ہوں گے ایک ارکان یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا مشورہ مجلس کے ہر کام کے لیے شرط ہوگا اور رکن کا چندہ گذار ہونا شرط نہیں۔ دوسرے معین یہ چندہ گذاروں کا لقب ہوگا۔ تیسرے عامل یہ اُن لوگوں کا لقب ہوگا جو نہ مشیر ہیں نہ چندہ گذار بلکہ محض بلامعاوضہ اپنی خدمات مجلس کے لئے وقف کرتے ہیں اور مجلس کی طرف سے جو خدمت اُن کے سپرد کیجاوے وہ اُس کو حسبۃً للہ بجالاتے ہیں ان تینوں عناصر کا تعلق باضابطہ ہے۔ چوتھے محبین جو محض خیر خواہی و دعا میں مشغول ہیں اور کوئی مناسب رائے خیال میں آتی ہے اس کی اطلاع مجلس میں کرتے ہیں اس طبقہ کا تعلق باضابطہ نہیں

نمبر (۷) طبقہ ارکان میں سے ایک شخص کو اس مجلس کا صدر تجویز کیا جاوے جس کا انتخاب ارکان کے اتفاق سے ہوگا۔

نمبر (۸) ارکان کا عدد بہت زیادہ نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہر مقام پر ایسا عدد ہو جنکا اجتماع مشورہ کے لئے سہل ہو خواہ وہ مقامی ہوں یا بیرونی

عے ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور

ہوں مگر ضرورت کے وقت بسہولت جمع ہو سکتے ہوں۔ اور بقیہ تین طبقوں کی
تعداد کی کوئی حد نہیں۔

نمبر (۹) جدید رکنیت کے لئے قدیم ارکان کی متفقہ منظوری شرط ہے جسمیں
وہ مختار ہیں اور بقیہ تین عناصر کی خدمات کا قبول کر لینا ارکان کے ذمہ لازم ہے
الا لمانع شرعی مفوض الی رایھم۔

نمبر (۱۰) ایک شخص دو خدمتیں لیکر دو طبقوں میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے،

نمبر (۱۱) کوئی شخص خود رکنیت کی درخواست نہ کر سکے گا بلکہ ارکان سابق
خود اُس سے رکنیت کی درخواست کریں گے اور معین اور عامل خود درخواست
کر سکتے ہیں اُن کی درخواست پر اُن کو ایک فارم دیا جائیگا جسمیں اُن کو اپنا نام
ونشان اور وعدہ خدمت لکھنا ہوگا جس کا نقشہ ارکان تجویز کر سکتے ہیں اور یہ
سب فارم مجلس میں محفوظ رہیں گے اور محبین خود بھی درخواست کر سکیں گے
اور اُن سے بھی درخواست کیجا سکتی ہے مگر یہ سب زبانی ہوگی اور اگر کسی
جانب سے بھی خاص درخواست نہ ہو تب بھی ہر مسلمان سے عام درخواست
اسوقت کیجاتی ہے کہ نیک مشوروں سے اور دعا سے اس مجلس کی مدد فرماتے رہیں۔

نمبر (۱۲) صدر اور رکن کا تقرر جیسے اتفاق ارکان سے ہوا تھا اسی طرح
ان کا عزل بھی اتفاق ارکان سے ہوگا۔

نمبر (۱۳) اور صدر اور رکن کا استعفا کسی کی منظوری پر موقوف نہیں
لیکن ان کا احسان ہوگا اگر دو ہفتہ قبل اطلاع دیدیں۔

نمبر (۱۴) باستثناء وقتی کاموں کے کوئی کام بدون مشورہ نہ کیا جاوے

نمبر (۱۵) مشورہ کے لئے صدر اور تین مشیروں کا اجتماع کافی ہے۔ اگر
صدر کو کچھ عذر ہو وہ وقتی مشورہ کے لئے کسی رکن کو اپنا قایم مقام بنادے

اور اگر صدر سفر میں ہو خود ارکان کسی کو صدر کا قایم مقام بنالیں۔

نمبر (۱۶) اگر اہل شوریٰ میں اختلاف ہو جاوے تو جس جانب صدر کی رائے ہو قطع نظر اقلیت یا اکثریت سے اُس کو ترجیح ہوگی اور اگر اہل شوریٰ اور صدر میں اختلاف ہو جاوے تو احتیاط کے پہلو کو ترجیح دیجاویگی یعنی اگر امر متنازع فیہ ایک رائے میں نافع محض غیر محتمل الضرر ہو اور دوسری رائے میں نہ نافع ہو نہ مضر تو نافع والی رائے کو ترجیح ہوگی اور اُس کام کو کر لیا جاویگا اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع مگر غیر ضروری تو مضر والی کو ترجیح ہوگی اور اُس کام کو ترک کر دیا جائیگا اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع اور ضروری اور صرف یہ اختلاف اہم و اشد ہے تو صدر کی رائے کو ترجیح ہوگی۔

نمبر (۱۷) کوئی کام خلاف شرع نہ کیا جائیگا نہ کوئی رائے خلاف شرع قبول کیجاویگی اگر جواز و عدم جواز میں تردد ہو علماء سے استفسار کیا جائیگا اگر انتخاب مفتی میں اختلاف ہو جاوے یا علماء کے فتاوے میں اختلاف ہو جاوے تو صدر کے تجویز شدہ مفتی کا فتویٰ معمول بہ ہوگا لیکن جس رکن کو اُس میں شرح صدر نہ ہو وہ عمل پر مجبور نہ کیا جائیگا اُس کو سکوت کی اور اُس کام میں شریک نہ ہونے کی اجازت دیجاویگی گر مناقشہ کی اجازت نہ ہوگی۔ اسی طرح کوئی کام خلاف قانون بھی نہ کیا جائیگا

نمبر (۱۸) اس مجلس میں شریک ہونے کیلئے کسی پر اصرار نہ کیا جاوے بہتر تو یہ ہے کہ ترغیب بھی نہ دیجاوے لیکن اگر کسی مقام پر اسمیں مصلحت ہو تو ترغیب میں مخاطب کی طیب خاطر و انشراح قلب سے تجاوز نہ کیا جاوے۔ صرف مجلس کے اغراض و مقاصد کی خصوصی یا عمومی اطلاع دیجاوے جو شخص خود یا جائز ترغیب سے شرکت کرے اُس کو شریک کر لیا جاوے۔

نمبر (۱۹) اس مجلس کی طرف سے کچھ مخلص و اہل مبلغ بھی مقرر کیے جائیں

کہ وہ احکام شرعیہ کی عموماً اور احکام مذکورہ نمبر۳ کی خصوصاً اشاعت کریں اور یہ تبلیغ بہ خطاب عام ہوگی اور اس تبلیغ میں غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی بھی ترغیب دیا کریں اور مناظرہ وغیرہ کسی سے نہ کریں۔ اگر کوئی خود درخواست کرے اُس کو مناظرین کا پتہ بتلادیں۔

نمبر(۴) اس مجلس کی طرف سے کچھ فہیم وسلیم رضاکار بھی مقرر کئے جائیں کہ اِن کا کام تبلیغ بہ خطاب خاص ہوگا مثلاً نمازوں کے وقت مشغولین غافلین کو نرمی اور محبّت سے نماز کا یاد دلانا۔ کوئی شخص خلاف شرع کام کرتا ہوا یا اُس کا ارادہ کرتا ہوا دیکھا جاوے جیسے بدکاری یا شراب خواری یا قمار بازی اس کو نرمی سے شرعی وعیدیں یاد دلاکر سمجھا دینا لیکن اگر اس سے کوئی نہ مانے تو پھر اُس پر مسلط ہوجانا یا کسی طرح سے زور دینا خواہ سختی سے خواہ ہاتھ جوڑکر یا رستہ میں لیٹ کر یہ مناسب نہیں بلکہ جب ناصح کی باضابطہ حکومت نہ ہو ایسا کرنا اکثر مضر ہوجاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر یہ رضاکار کسی پر ظلم ہوتا ہوا دیکھیں۔ مثلاً کوئی شخص ایک مباح معاملہ کر رہا ہے جیسے کپڑا خریدنا یا بیچنا اور دوسرا اُس کو معاملہ نہ کرنے پر مجبور کر رہا ہے تو یہ رضاکار اُس مظلوم کی مدد کریں لیکن صرف مدافعت کی حد تک رہیں ظالم سے انتقام نہ لینے لگیں۔ اسی طرح راستہ میں کسی حاجتمند کا بوجھ اُٹھوا دینا کسی کو سوار ہونے میں مدد دیدینا۔ کسی پیاسے کو پانی پلا دینا۔ کسی انجان کو راستہ بتلا دینا۔ دو شخص لڑتے ہوں اُن میں صلح کرادینا یہ سب رضاکاروں کی خدمات ہیں اور اس مظلوم یا حاجتمند میں یہ نہ دیکھا جائے کہ یہ اپنے مذہب کا ہے یا دوسرے مذہب کا۔ سب کی مدد کرنا چاہیئے۔ رضاکاری کی یہ شرائط ہیں اسلام عقل بلوغ ذکورت۔ طالب علمی میں مشغول نہ ہونا خواہ علم معاش ہو خواہ علم معاد ہو۔ کسی کا ماتحت یا ملازم نہ ہونا۔

نمبر (۲۱) ان مبلغین اور رضاکاروں کی کوئی امتیازی علامت بھی ہو تو قرین مصلحت ہے۔

نمبر (۲۲) یہ مبلغین اور رضاکار سب صدر مجلس کے ماتحت ہوں گے کوئی کام بدون اُس کی اجازت کے نہ کر سکیں گے۔

نمبر (۲۳) یہ رضاکار روزانہ اور مبلغین ماہانہ صدر کے پاس یا صدر جس کو اپنی نیابت میں اس کام کے لئے منتخب کر دے اس کے پاس جمع ہو کر اپنی کارگزاری کی اطلاع دیا کریں اور آئندہ کے لئے مناسب احکام حاصل کیا کریں اور ارکان مجلس کا جلسہ کم از کم ماہانہ ہوا کرے جس میں ضروری مشورے طے ہوا کریں۔

نمبر (۲۴) ان مبلغین و رضاکاروں کی مالی خدمت کے لئے کچھ چندہ کا انتظام بھی کیا جاوے مگر اُس میں شرعی حدود کا اہتمام واجب ہے اگر چندہ کم ہو کام مختصر پیمانہ پر کیا جاوے اور جن رضاکاروں کو دلچسپی ہو ان کو ورزش وغیرہ بھی سکھلائی جاوے۔

نمبر (۲۵) اگر مجلس میں ایسے حضرات شریک ہو جائیں جو مسلمانوں کی دوکان کھلوانے کا انتظام کر سکیں تو مجلس اس خدمت کو بھی اپنے فرائض میں داخل کرلے

نمبر (۲۶) اور اگر مجلس میں ایسے حضرات شریک ہو جائیں جو مسلمانوں کی تکالیف کا چارہ کار یا ان کے حقوق آئین اور تہذیب کے حدود میں رہ کر گورنمنٹ سے طلب کر سکیں تو مجلس اس خدمت کو بھی اپنے فرائض میں داخل کرلے۔

نمبر (۲۷) وقتاً فوقتاً مجلس کی کارگذاری مع حساب چندہ شائع ہونا چاہئے۔

نمبر (۲۸) اس کارگزاری کی عام روئداد بھی اور اُس کی جزئیات وقتیہ خاص طور پر زبانی بھی حکام رس حضرات کے توسط سے حکام کو پیش کرتے رہیں تاکہ کسی مخالف کو بدگمانی پیدا کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

نمبر (۲۹) اس مجلس کا مرکزی مقام دہلی ہوگا اور دوسرے مقامات پر اہل مقام کو اختیار ہے خواہ مستقل طور پر اپنے یہاں ایسی مجالس قائم کریں خواہ اس مرکزی مجلس کی شاخیں بناویں اور شاخ بنانے کی صورت میں مرکز اور شاخوں کے باہمی تعلقات و حقوق و شرائط کے متعلق زبانی مشورہ کر لیا جاوے۔

نمبر (۳۰) شعبۂ تبلیغ کے تحت میں مفید رسالے بھی حسب ضرورت و حسب وسعت وقتاً فوقتاً خرید کر مجلس میں محفوظ رہیں گے اور ایک خاص وقت میں عام مسلمانوں کو وہاں آکر مطالعہ کی اجازت ہوگی اور اگر وسعت ہو تو ایسے رسائل چھپوا کر یا خرید کر عام مسلمانوں میں شائع بھی ہو جایا کریں گے۔ مگر مجلس کے سرمایہ سے کوئی اخبار نہ خریدا جاویگا۔ اگر کوئی مالک اخبار بلا معاوضہ بھیجدیا کرے یا ارکان یا غیر ارکان بطور خود خرید کر خواہ مجلس میں داخل کردیں خواہ بطور خود مطالعہ کر کے استحضار واقعات سے مشورہ میں کام لیں اسکی اجازت ہے۔ مگر ہر حالت میں یہ وصیت کیجاتی ہے کہ محض اخبار میں کسی واقعہ کے درج ہونے سے بدون اذن شرعی کوئی اثر نہ لیں۔

نمبر (۳۱) چونکہ مذکورہ بالا کارگزاریوں کے لئے ضبط کی بھی ضرورت ہوگی اس لئے مجلس میں ایک فہیم مستعد محرر کا مقرر کرنا بھی ضروری ہے جسکی خدمت کی نگرانی صدر کے یا جس کو صدر تجویز کردیں اُس کے ذمہ ہوگی اسی طرح دفتر کے لئے ایک مکان کی بھی ضرورت ہوگی اور یہی مکان انعقاد مجلس کے بھی کام آویگا۔

(نوٹ) یہ مجلس خالص مذہبی ہے سیاسیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں نہ کسی کی مدافعت میں نہ مخالفت میں۔ اور محکومین کا حکام سے اپنا جائز حق حدود قانون میں مانگنا سیاست نہیں جیسا جائز ملازمت کی

درخواست کو کوئی شخص سیاست نہیں کہہ سکتا۔

الجواب

یہ سب دفعات بالکل شریعت کے ایسے موافق ہیں کہ دلائل کی بھی حاجت نہیں۔ لیکن چونکہ اس مجموعہ کی ضرورت اجتہادی ہے اس لئے اگر باوجود اعتقاد ان کے استحسان کے ان کو عمل میں لانے سے کسی کو دلچسپی نہ ہو اور وہ اپنے لئے ذوق یکسوئی کو اسلم سمجھے اور اُس مسلک کو پسند کرے جس کو احقر نے رسالہ معاملۃ المسلمین کے نوٹ نمبر ۲ میں اپنے لئے طریق عمل تجویز کیا ہے اُس پر اس مجلس کی شرکت کے لئے اصرار نہ کیا جاوے چنانچہ خود مجلس مسئول عنہ کی دفعہ نمبر ۱۸ میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اب اس جواب کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

اللّٰھم اجعل ھذہ الجماعۃ صیانۃ

وحمایۃ للمسلمین، عن

کل خیانۃ ونکایۃ..

من غیر

المسلمین

کتبہ

اشرف علی

۲۴ ربیع الاول - الاغر الاجل سنہ ۱۳۴۹ھ

المانعیۃ عن بعض الجامعیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار استقلال دیوبند بابت ۲۰ ستمبر ۳۶ء ۳ رجب ۵۵ھ کے صفحہ ۵ میں یہ خبر پڑھ کر کہ طلبہ دار العلوم دیوبند نے ایک ایسے شخص کا اسٹیشن پر پُرعظمت استقبال و احترام کیا۔ نیز بعض اکابر دار العلوم نے اُس کی فرودگاہ پر جاکر اُس سے ملاقات کی اور اُس کی معیت میں جلسہ گاہ میں آئے جس سے عام مسلمانوں پر جو اثر ہو سکتا ہے ظاہر ہے (جو علاوہ غیر مسلم ہونے کے احکام اسلام کی اہانت و انہدام کی سعی کرتا ہے چنانچہ اخبار الامان دہلی ۱۸ ستمبر ۳۶ء ۱ رجب ۵۵ھ کے صفحہ ۳ میں اُس شخص کا ہندو مسلم کی باہمی ازدواج کے متعلق تمام ہندوستان کے لئے عام قانون بنانے پر زور دینا مذکور ہے اور یہ محض ایک نمونہ ہے (ولکل قوم اعتناء بہا) اس قدر صدمہ ہوا کہ اُس کی برداشت کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ میں آج ہی سے اپنے کو ایسے حضرات کی زیارت و صحبت سے محروم کردوں کیونکہ ان تعلقات سے اُس صدمہ کی تجدید ہوگی جس کا تحمل میری ہمت سے خارج ہے اور اگر ایسے طلبہ کو یہاں آنے سے منع کر دیا جاوے تو میں اس کو اپنی اعانت علی الراحت سمجھکر ممنون ہونگا بس مقصود اس تحریر سے اپنے خاص ضعف کا علاج ہے نہ کہ تقوی کا دعوی بقول ایک حکیم کے

زاہد نداشت تاب جمال پری رخاں	کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

اسی طرح میں ایسے حضرات کو جو دونوں طرف خصوصیت کا تعلق رکھنا چاہتے ہیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس خیال کو بالکل دل سے نکالدیں۔ یہ برزخیت یا جامعیت دینی و دنیوی مصالح کے بالکل خلاف ہے۔ اسلم یہی ہے کہ ایسا تعلق ایک ہی طرف رکھیں خواہ ضعفاء سے خواہ اقویاء سے اور سہل یہ ہے کہ مجھ کو چھوڑ دیں۔ باقی عام اسلامی تعلقات یا ضابطہ کے معاملات اس سے مستثنےٰ ہیں اسی طرح دار العلوم سے جو بلا واسطہ تعلق ہے اُس پر بھی اس بے تعلقی للعارض کا کوئی اثر نہیں یہ عوارض تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد فاما الزبد فیذھب جفاء کا منظر ثابت ہوں گے اور دار العلوم اپنی ذات و برکات میں واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کا مظہر رہیگا۔ اخیر میں یہ دعا بھی کرتا ہوں اور یہی دعا چاہتا بھی ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اجعلنا جمیعاً کما تحب وترضیٰ۔ واجعل آخرتنا خیراً من الاولیٰ

۵ رجب ۱۳۵۵ھ

خط خاص

السّلامُ علیکم۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کی زبانی مجھ کو یہ پیام دیا گیا تھا کہ ہم طلبہ میں کانگریسی اثر نہیں پھیلاتے۔ کیا یہ کانگریسی اثر نہیں۔ کیا اُن کی شرکت اور طلبہ کو سختی سے نہ روکنا اس کا سبب قریب و موثر نہیں پھر قول و فعل میں تطابق کہاں یہ اس لیے ظاہر کیا گیا کہ اب تو اس اعلان میں مجھ کو معذور سمجھا جائے گا آپ اس اعلان کو کسی منظر عام پر چسپاں کر دیجیے۔

اشرف علی

۵ رجب ۱۳۵۵ھ از تھانہ بھون

سوال و جواب ملقب بہ

تنبیہ المسلمین علیٰ تمنوع المخالط بالمشرکین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(ا) زید ایک مذہبی عالم اور پیشوائے دین ہے وہ ایک ایسی جماعت میں شریک ہوتا ہے اور عام مسلمانوں کو شریک کرنا چاہتا ہے۔

(الف) جس کے مسلم اور غیر مسلم (مشرک یا دہری) شرکا ہیں (جن کا مجموعہ بقاعدہ عقلیہ جماعت غیر مسلمہ ہے) ایک بڑی تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو اشتراکیت (سوشیلزم) کی حامی اور بلا لحاظ احکام شریعت ملک میں اقتصادی مساوات قائم کرنے کے حامی اور عملاً کوشاں ہیں۔

(ب) وہ جماعت اپنے سیاسی اقتدار اور آئینی قوت سے ایسے احکام و قوانین نافذ کرتی ہے جن کے ذریعہ سے وراثت تملیک اوقاف اور ذاتی حقوق ملکیت کے متعلق شریعت اسلامی کے احکام کی خلاف ورزی ہو۔

(ج) جس زمین کا حق ملکیت بروئے قانون شریعت و مقامی رواج ایک مسلمان کو حاصل ہے۔ یہ جماعت اس کی پیداوار کے منافع کو اس مسلمان کی مرضی کے خلاف غیر مسلم کاشتکار کے حق میں کلاً یا جزاً چھوڑنا چاہتی ہے اور زمیندار اور کاشتکار کے درمیان اس پیداوار یا اس کی قیمت کی تقسیم کے متعلق جو معاہدہ ہے یا ہو سکتا ہے اُس کے نفاذ کو اپنے آئینی احکام سے وہ جماعت روکتی ہے۔

(۵) اُس جماعت کے احکام اور طرزِ عمل سے وقفی اراضیات یا ان کی پیداوار و آمدنی خلاف منشاء واقف اور بلا مرضی متولی کلاً یا جزواً کاشتکاروں کے حق میں چھوڑ دی جاوے بغیر کسی ایسے قدرتی نقصان کے جو پیداوار میں کسی غیر معمولی کمی کا باعث ہوا ہو اور اسی طرح اس جماعت کے فعل یا ترک فعل سے اوقاف اسلامی کا کاروبار کلاً یا جزواً بند ہوتا ہو بحالیکہ کاشتکار ایک مقررہ یا قرار یافتہ جنسی یا نقدی لگان اس اراضی کا سالہا سال سے دیتے رہے ہوں اور اس جماعت کی رخنہ اندازی نہ ہونے کی صورت میں آئندہ بھی دیتے رہنے کے لئے تیار ہوں۔

(۷) اس جماعت کا صدر اور قائد جس کے اشاروں اور احکام پر یہ جماعت اپنا کام چلاتی ہے صاف الفاظ میں اس کا اعلان کر چکا ہو کہ اراضیات کا حق ملکیت کاشتکاروں کی طرف بغیر کسی معاوضہ کے منتقل ہونا چاہیئے۔

ایسی جماعت کے ساتھ جو عالم اشتراک عمل کرے یا دوسرے مسلمانوں کو اس کے ساتھ اشتراک عمل پر آمادہ کرے وہ گنہگار اور احکام شریعت کی خلاف ورزی کے جرم میں شریک سمجھا جائے گا یا نہیں۔

(۲) شرکت کے بعد اگر ان مفاسد کے روکنے پر ایسا عالم اُس جماعت کو مجبور نہ کر سکے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اس کا اتباع کرنا چاہیئے یا نہیں۔

(۳) یہ جماعت اگر سود، منشیات۔ زناکاری اور دیگر مذہبی جرائم کے فوری انسداد کے لئے احکام نافذ کر دینے کا قانونی حق رکھتی ہو اور نہ کرے تو ایک لمحہ کیلئے بھی اس جماعت کی شرکت اور اس کے ساتھ اشتراک عمل کسی مسلمان کیلئے جائز ہے یا نہیں اور جو عالم اس میں شریک ہو کر ایسے انسداد کا فوری حکم جاری نہ کرا سکے وہ اس جماعت کی شرکت پر شرعی مجرم ہوگا یا نہیں۔

(۴) وہ جماعت مسلمانوں کے مذہبی معاملات و نزاعات کے تصفیہ کے لئے

(جیسے کہ ہبہ۔ شفعہ۔ طلاق۔ مہر وغیرہ ہیں) اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی
عدالتوں کا تقرر کر سکتی ہے لیکن نہیں کرتی۔ اس کی شرکت یا اس میں
شریک ہو کر فوراً ان چیزوں کے لئے اس جماعت کو مجبور نہ کرنا اور پھر بھی
نہ کرے تو اس کو نہ چھوڑنا شرعاً کیسا ہے اور ایسے عالم کے پیچھے نماز جائز
ہے یا نہیں۔ جو دانستہ ان خلاف ورزیوں کا مرتکب ہوتا رہے۔

الجواب ان سوالوں کا جواب اسقدر ظاہر ہے کہ لکھنا تحصیل حاصل
معلوم ہوتا ہے لیکن محض ایقاظ نائمین کے درجہ میں نہایت مختصر لکھتا ہوں
اس جماعت کے جو اغراض و مقاصد و اعمال سوال میں مذکور ہیں ان کا خلاف
دین اور ضلالت محضہ ہونا ظاہر ہے جیسے مساوات مبطلہ احکام شریعت اور
ابطال احکام وراثت و تملیک و اوقاف و حقوق ملک بخاص و حقوق شرعیہ
زمیندار اور حقوق وقف یا مستحق کا حق غیر مستحق کے لئے ثابت کرنا یا جن منکرات
کے انسداد پر قدرت ہو اُن کا انسداد نہ کرنا یا جن احکام شرعیہ کے انفاذ پر
قدرت ہو اُن کو نافذ نہ کرنا ظاہر ہے کہ یہ سب ضلال محض ہیں جس کی کسی مسلمان
کو اجازت نہیں نہ ارتکاب کی نہ مرتکب کے ساتھ شرکت اور اس کی اعانت
کی نہ قدرت ہوتے ہوئے سکوت و تسامح کی اور نہ عجز کے وقت رضا کی نہ دوسروں
کو ان افعال کی طرف یا اُن کے فاعلین کے ساتھ تعلق رکھنے کی طرف دعوت دینے
کی اور اگر کوئی شخص ایسے جماعت کے ساتھ شرکت کی دعوت دے خواہ جاہل
ہو وہ خواہ عالم صریح ان نصوص کے خلاف کر رہا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (ابو سنائیں)
وقال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ
فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان ... [illegible]

(السنن - د ابن مسعود)

رفعه ان اول ما دخل النقص على بني اسرائيل كان الرجل يلقى الرجل فيقول هذا اتق الله ودع ما تصنع فانه لا يحل لك ثم يلقاه من الغد وهو على حاله فلا يمنعه ذلك ان يكون أكيله وشريبه وقعيده فلما فعلوا ذلك ضرب الله قلوب بعضهم ببعض ثم قال لعن الذين كفروا من بني اسرائيل الى فاسقون الحديث الآية ابو داود والترمذي بمعناه

رفعه ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون على ان يغيروا عليه ولا يغيرون الا اصابهم الله بعقاب قبل ان يموتوا - لابي داود (عن العرس بن عميرة الكندي)

رفعه اذا عملت الخطيئة في الارض كان من شهدها فكرهها كمن غاب عنها ومن غاب عنها فرضيها كان كمن شهدها لابي داود

رفعه - اوحى الله الى ملك من الملائكة ان اقلب مدينة كذا وكذا على اهلها قال ان فيها عبدك فلان لم يعصك طرفة عين قال اقلبها عليه فان وجهه لم يتمعر في ساعة قط للاوسط بلين يعني لم يتغضب لله، والروايات كلها في جمع الفوائد

وعن ابي هريرة مرفوعا من دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا - رواه مسلم

عن انس مرفوعا العلماء امناء الرسل على عباد الله ما لم يخالطوا السلاطين فاذا فعلوا ذلك فقد خانوا الرسل فاحذروهم واعتزلوهم تخريج العراقي لاحاديث الاحياء عن العقيلي في الضعفاء كتاب العلم الباب السادس واورده السيوطي عن الحاكم عن انس

موضوع وفیہ بعث لو یخالطوا السلاطین ویدخلوا فی الدنیا قال
السیوطی الحدیث لیس بموضوع الی قولہ ولہ شواهد لمعناہ
کثیرۃ صحیحۃ وحسنۃ فوق الاربعین ویحکم لہ بالحسن فی اللآلی
المصنوعۃ کتاب العلم قلت انظر الی قولہ علیہ السلام فاحذروهم
واعتزلوهم اور ایسے غیر محتاط عالم کے متعلق اسلامی قانون یہ ہے کہ اگر اسلامی
حکومت ہو تو اُس کو فتوی دینے سے ممانعت کر دی جاتی ہے کما فی الدر المختار وغیرہ
کتاب الحجر بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ
لتبین من زوجها او لتسقط عنها الزکوۃ فی رد المحتار قولہ کتعلیم
الردۃ الخ وکالذی یفتی عن جهل شرنبلالیۃ عن الخانیۃ
بلکہ یہ عالم مذکور فی السوال اس مفتی ماجن مذکور فی الکتاب سے بھی احق بالمنع ہے
کیونکہ اس ماجن کا فتوی حدود قانون کے اندر تو ہے کسی تاویل سے ہے یا
ناواقفی سے ہے اور اس مسئول عنہ کا تو صریح گمراہی و مخالفت نصوص
کی دعوت ہے اور یہ نوع خاص ان ہی غلط مسائل کے ساتھ مخصوص نہیں
بلکہ مطلق ہے کما ھو ظاھر - پس ایسے عالم سے تمام مسائل میں فتوی لینے
سے قطع تعلق ہی کر دینا چاہیے الا بضرورۃ شدیدہ کہ کسی مقام پر کوئی ثقہ
مفتی نہ ہو کما فی رد المحتار ایضاً تحت قولہ یمنع لان المفتی لو افتی
بعد الحجر واصاب جاز اھ اور ایسے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا
بلاضرورت مکروہ ہے - کیونکہ اگر ان امور کا ارتکاب کسی شبہ و تاویل باطل
سے ہے تو بدعت ہے ورنہ فسق اور دونوں کی امامت مکروہ ہے مصرح
بہ فی کتب الفقہ اور ضرورت یہ ہے کہ اور کوئی امام اہل نہ ہو لیکن یہ
سب احکام مذکورہ فتوی قادر کے لئے ہیں اور عاجز معذور ہے [illegible]

(ابن عمر) سمعت الحجاج يخطب فذكر كلاما انكرته فاردت
ان اغيره فذكرت قول النبي صلى الله عليه وسلم لا ينبغي للمؤمن
ان يذل نفسه قلت يا رسول الله كيف يذل نفسه قال يتعرض
من البلاء لما لا يطيق للبزار والكبير والاوسط (ابو امامة) رفعه
اذا رأيتم امرا لا تستطيعون غيره فاصبروا حتى يكون الله
هو الذي يغيره - للكبير بضعف (لكن الحكم ثابت بالقطعيات)
كذا في جمع الفوائد ولنعم ما قيل في الصبر والتفويض في
مثل هذه الرزايا والبلايا وقد خرج حين تناول بعضها على

صبر را با حق قرین کرد ای فلاں صد ہزاراں کیمیا حق آفرید		آخر و العصر را آگہ بخواں کیمیاے ہمچو صبر آدم ندید

(الیٰ قولہ) ؎

قوم دیگر مے شناسم ز اولیا		کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا

(یعنی للنفس) ؎

حسن ظنی بر دل ایشاں کشود ہر چہ آید پیش ایشاں خوش بود		کہ نپوشند از غمے جامہ کبود آب حیواں گردد از آتش بود

(ثم قال) ؎

پس چرا گوید دعا الا مگر		در دعا بیند رضاے دادگر

(دفتر سوم مثنوی قصہ لقمان و بہلول)

کتبہ

اشرف علی ۲۰ ج ۲ ۵۶ھ

سوالات از جمعیۃ العلماء ہند دہلی

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ ان سوالات میں ابتدائی چند سوالات تو وہ ہیں جو ہماری طرف سے ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ حالت حاضرہ کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے پوری طرح حالات وواقعات کا علم ہو جائے۔ اور بعد کے چند سوالات وہ ہیں جو دوسرے لوگ جمعیت علماء ہند کے متعلق کیا کرتے ہیں جنکا واقعی جواب جمعیت علماء ہی دے سکتی ہے کیونکہ انکو واقعات وحالات کی زیادہ خبر ہے۔

ابتدائی سوالات

(الف) جمعیت علماء کے نزدیک مذہبی حیثیت سے کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کیوں ضروری ہے اور کانگریس سے علیحدگی میں کیا ضرر ہے۔

(ب) کانگریس میں مسلمانوں کا داخلہ جس صورت سے انفرادی غیر منظم اور غیر مشروط طریقہ پر اس وقت ہو رہا ہے اور مسلم نشستوں کیلئے کانگریس خود براہ راست امیدوار تجویز کرتی ہے کیا اس سے اسلام اور مسلمانان ہند کو خطرہ نہیں۔ اگر ہے تو اس خطرہ سے بچنے کی کیا صورت ہے۔

(ج) مسلم لیگ سے جمعیۃ العلماء کو کیوں اختلاف ہے جبکہ وہ مسلمانوں کو منظم کر رہی ہے اور اس کا مقصد بھی آزادی کامل کی تحصیل ہے جیسا کہ اس سال لکھنؤ کے اجلاس میں اس نے اعلان کر دیا ہے۔

(د) اگر مسلم لیگ میں کچھ مفاسد اور منکرات شرعیہ موجود ہیں تو کیا یہ صورت ممکن نہیں کہ جمعیت علماء مسلم لیگ میں شریک ہو کر اس کو مخلص اور فعال لوگوں سے بھر دے اور مسلمانوں کی تنظیم کو ممکن اور مفاسد ومنکرات سے پاک کر دے۔

(ہ) کیا مسلم لیگ اور جمعیۃ علماء کے تصادم سے مسلمانوں میں تشتت وافتراق پیدا نہیں ہوتا اور کیا یہ تشتت مضر نہیں؟ اگر ہے تو جمعیۃ علماء نے اس ضرر کے انسداد کیلئے کوئی صورت اختیار کی ہے یا نہیں۔

(نوٹ) یہ سوال (ہ) مسلم لیگ والوں سے بھی کہا گیا ہے۔

دوسروں کے شبہات و اعتراضات

(۱) کانگریس کیساتھ ملکر جو آزادی ہندوستان کو حاصل ہوگی اُسکا انجام ایک حکومت مشترکہ کا قیام ہوگا جس میں عنصر کفر غالب اور عنصر اسلام مغلوب ہوگا ایسی حکومت اسلامی حکومت یقیناً نہ ہوگی تو اُسکے لئے جد و جہد کرنا مسلمانوں کے ذمہ کس دلیل سے واجب ہے نیز اسکی کیا ضمانت ہے کہ ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے بالکل بیدخل کرنا چاہتے ہیں اور ان کیساتھ میں مسلمانوں پر حکومت کرنا نہیں چاہتے۔ کانگریس کے اقتدار سے اسوقت ہندوؤں کی حوصلے جس قدر بڑھنے لگے اور مسلمانوں پر بازاروں، دیہاتوں، ملازمتوں، سرکاری محکموں میں جو مظالم وہ برپا کرنے لگے ہیں جمعیت علماء نے آج تک انسداد کی کیا تدبیر سوچی ہے اور اُسکے لئے کوئی عملی قدم اُٹھایا ہے یا نہیں؟

(۲) کانگریسی وزارتوں نے زمینداروں کی اراضی کاشتکاروں کی ملک بنا دینے کی جو تجویز سوچی ہے بعض امیر ظلم ہے اور جو لوگ کانگریس میں شریک نہیں وہ سب اس ظلم میں شریک ہیں پھر اس سے بچنے کی جمعیت علماء نے کیا تدبیر کی اور کونسا عملی قدم اُٹھایا ہے (۳) کانگریس میں بندے ماترم کا گیت گایا جاتا ہے جو مضامین شرکیہ پر مشتمل ہے اور قومی جھنڈے کو سلامی دیجاتی ہے جو قریب بہ شرک ہے کانگریسی مسلمان بھی بندے ماترم کو گیت کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں اور قومی جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں کیا ان افعال میں شرکت کرنا گناہ نہیں ہے؟ اگر ہے تو جمعیۃ علماء نے مسلمانوں کو اس کے متعلق کیا ہدایت کی اور اسپر اور اسی قسم کی دوسری مشرکانہ بدعتوں سے احتجاج بلند کی یا نہیں۔ (۴) صدر کانگریس اور اُسکی ہمخیال جماعت جو اشتراکیت کی حامی اور مذہب اور خدا کی دشمن ہے اُنکی تقریر "خدا" اور مذہب کے خلاف شائع ہوتی رہتی ہیں جمعیت علماء نے ان کے خلاف کوئی صدائے احتجاج بلند کی یا نہیں اور مسلمانوں کو ایسے کافروں کی تعظیم و تکریم سے روکا ہے یا نہیں۔ (۵) کانگریس کے ساتھ جو آزادی حاصل ہوگی اسکی کیا ضمانت ہے کہ اُس میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی پوری طرح حفاظت ہوگی جبکہ کانگریس اور اُسکے ذمہ داران کو مذہب پر حقوق کا نام لینا بھی جرم سمجھتے ہیں اور اُسکو فرقہ پرستی قرار دیتے ہیں۔ نیز جمعیت علماء نے کانگریس کیساتھ تعاون کرکے مسلمانوں کو مذہبی اور سیاسی حقوق کے تحفظ میں اسوقت تک کیا کام کیا ہے (۶) جمعیت علماء نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کیلئے کوئی عملی قدم اٹھایا ہے یا نہیں جنکی مذہباً و سیاستہً سخت ضرورت ہے اور اُنکو اسلام میں داخل ہو جانیکی بھی قوی امید ہے۔

سوالات از مسلم لیگ

(۱) آپ کے نزدیک کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت سیاسی حیثیت سے کیوں مضر ہے اور اُس کی علیحدگی کیوں ضروری ہے۔ اکثر لوگ پوچھتے ہیں تو ہم ناواقفیت کے سبب جواب نہیں دے سکتے

(۲) کیا بدون کانگریس کے تعاون کے ہندوستان کو آزادی مل سکتی ہے۔ اگر مل سکتی ہے تو اُس کی جو صورت آپ کے ذہن میں ہو اس کو واضح فرمایا جاوے۔

(۳) کیا کانگریس سے مسلمانوں کی علیحدگی آزادیٔ ہندوستان کے مسئلہ میں باعث تعویق و تاخیر ہوگی

(۴) کیا مسلم لیگ تمام مسلمانوں کو یا اُن کی زیادہ تعداد کو کانگریس سے روک سکتی ہے۔ بظاہر یہ امر مستبعد ہے کانگریس میں پہلے ہی سے مسلمان بہت ہیں اور جب سے وزارت قبول کر کے وہ برسر اقتدار ہوئی ہے زیادہ تعداد اُس میں شریک ہو رہی ہے۔ پس اگر مسلم لیگ نے تھوڑے سے مسلمانوں کو کانگریس سے روک لیا تو کیا نفع کی امید ہے جب کہ زیادہ حصہ اُس میں شریک ہوگا۔

(۵) کیا مسلم لیگ کے زیادہ تر ارکان انگریزوں کے حامی اور اندرونی طور پر اُن کے بہی خواہ ہیں اور کیا بقول سر اکبر حیدری مسلم لیگ ایک برطانوی زہر ہے (مدینہ اخبار ۱۳ دسمبر ۳۷ء) اگر نہیں تو اس اعتراض کا اطمینان بخش جواب کیا دیا جاوے۔

(۶) مخالفین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ ایک بے عمل جماعت ہے کانگریس کی طرح اس نے کوئی عملی قدم اب تک نہیں اٹھایا۔ نہ مسلمانوں کے فائدے کیلئے کوئی کام کیا اور اس وقت کانگریس کے مقابلہ پر جو جد و جہد الیکشن لڑانے میں صرف کر رہی ہے مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ انگریزوں کا نفع ہے کہ کانگریس کی قوت کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کا مسئلہ تعویق میں پڑ جائے اس اعتراض کا کیا حل ہے۔

(۷) مسلم لیگ نے اب تک مسلمانوں کی تنظیم اور اُن کی مذہبی و تمدنی و اقتصادی ترقی کیلئے

عہ؎ یہ سوالات بھی مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرتؒ کے حکم سے لکھے اور آپ کی اصلاحات کے بعد بھیجے گئے ۱۲

کیا طریق عمل اختیار کیا اور اس کے لئے کونسا عملی قدم اٹھایا یا آئندہ کیا ارادہ اور ذہن میں اس کی کیا صورت ہے۔

(۸) اگر کسی وقت ہر طرح سے اطمینان حاصل کر کے مسلم لیگ کو کانگریس میں شامل ہونے کی ضرورت ہوئی تو کیا مسلم لیگ کو توڑ کر اس میں شامل ہونے کی رائے ہے یا مسلم لیگ کو قائم رکھ کر مسلمانوں کے اقتدار کو برقرار رکھتے ہوئے شرکت کی رائے ہے۔

(۹) اگر علماء لیگ کا ممبر بننا چاہیں تو کیا اُن کو بھی الیکشن ہی کے ذریعہ مسلم لیگ کا کوئی درجہ حاصل ہوگا جس سے اُن کو مسلم لیگ کے اجلاس اور مجلس عاملہ وغیرہ میں اپنی رائے پیش کرنے کا حق ہو یا اگر وہ اس ذریعہ کو پسند نہ کریں تو اُن کو بدون اس ذریعے کے بھی ایسا درجہ مل سکے گا۔

(۱۰) مسلم لیگ میں علماء کی وقعت کس درجہ کی ہوگی اور بصورت اختلاف علماء کسی مسئلہ مختلف فیہا کو کس طرح طے کیا جائے گا۔ کیا اس کے لئے کوئی قاعدہ ذہن میں ہے؟

(۱۱) جمعیت علماء ہند دہلی اور مسلم لیگ کے تصادم سے جو مسلمانوں میں تشتت و افتراق پیدا ہو رہا ہے لیگ نے اس کے ضرر کو محسوس کیا ہے یا نہیں اگر کیا ہے تو اس ضرر کے انسداد کی کوئی صورت باہمی اتفاق کی سوچی ہے یا سوچنے کی ضرورت ہے یا نہیں

(نوٹ) یہ سوال جمعیت علماء دہلی سے بھی کیا گیا ہے۔

(۱۲) مسلم لیگ نے اچھوت قوموں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت کو محسوس کیا ہے یا نہیں (جو نہ صرف مذہبًا بلکہ سیاستًا بھی نہایت اہم ہے) اگر کیا ہے تو اس کے لئے عملی قدم اٹھایا گیا ہے یا نہیں اور اس کا نتیجہ کیا ظاہر ہوا اگر اب تک نہیں کیا تو آئندہ کیا رائے ہے۔

جواب از جانب زعمائے مسلم لیگ

سوال ۱ - بحث یہ ہے کہ مسلمان اجتماعی حیثیت سے کانگریس کیساتھ تعاون کریں یا انفرادی حیثیت سے کانگریس میں داخل ہوجائیں ہمارے خیال میں سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کی انفرادی شرکت اس لئے مضر ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہونے کی وجہ سے کانگریس میں ہمیشہ اس قدر کم تعداد میں رہینگے کہ کانگریس کے مسلک اور عمل پر اُن کی رائے کا کوئی اثر نہیں پڑے گا نیز مسلمان ارکان کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے مسلمان آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹی میں جو کانگریس کے واقعی بااقتدار ادارے ہیں شاذونادر ہی منتخب ہوسکیں گے کانگریس کی ان دونوں بااختیار کمیٹیوں میں اس وقت تک مسلمانوں کا جو تناسب رہا ہے اس سے یہ اچھی طرح ثابت ہورہا ہے کہ یہ اندیشہ بالکل صحیح ہے۔ غالباً آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اکیس ارکان میں سے صرف دو مسلمان ہیں اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے تقریباً تین سو ارکان میں سے سات یا آٹھ مسلمان ہیں۔ انتخاب مخلوط نشستوں کا یقینی نہیں۔ کانگریس میں ہندو ووٹروں کی تعداد زیادہ۔ اسی صورت میں کبھی توقع نہیں کیجا سکتی کہ مسلمان بااختیار کمیٹیوں میں اتنے ہوسکیں گے کہ وہ کانگریس کے فیصلوں اور طرز عمل پر کوئی اثر ڈال سکیں۔ اس سلسلہ میں کانگریسی خیال کے مسلمان کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ کثیر تعداد میں کانگریس کے ممبر بنیں اور اس طرح کانگریس پر قبضہ کرلیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں باعتبار تعداد میں آگے ہیں اور ہندو عورتیں بھی کانگریس کی ممبر بنتی ہیں اور اُس میں شریک ہوتی ہیں مسلمان عورتیں اگر ممبر بھی بنجائیں تو پردے کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکتیں مسلمان زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتے ہیں کہ اپنی ساری آبادی کو کانگریس کا ممبر بنوادیں۔ ہندو بھی یہی کریں گے اس صورت میں ہندو مرد اور عورتیں ملکر مسلمان مرد ممبروں سے تقریباً پانچ گنے ہوجاوینگے اور کانگریس کی ہر کمیٹی کا فیصلہ انھیں کی رائے پر منحصر ہوگا۔ مسلمان کبھی یہ توقع نہیں کرسکتے کہ ان کی کوئی تجویز کانگریس میں منظور ہوسکے گی۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان چار صوبوں کی کانگریس میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے یعنی صوبہ سرحد پنجاب، سندھ اور بنگال، کی ہر کمیٹی میں مسلمانوں کی اکثریت

دینگی - یہ ٹھیک ہو - مگر دشواری یہ ہے کہ کانگریس کے نظام میں دونوں کو موجودہ انگریزی نظام حکومت کی طرح صوبجاتی خود اختیاری حاصل نہیں ہو - کانگریس اسی وجہ سے کہ چار صوبوں میں مسلمانوں کو با اعتبار اکثریت نہ ہو صوبجاتی خود اختیاری کیخلاف ہے اور مرکزی وحدانی طرز انتظام پر مصر ہے - کامل آزادی کے مسلک میں متفق نہ ہونیکے باوجود مسلمانوں اور کانگریس کے درمیان یہ مسلسل اختلاف رہا ہو - مسلمان اپنی اکثریت کے صوبوں میں جو بات طے کرینگے وہ مرکزی وحدانی طرز حکومت ہونیکی صورت میں کانگریس یعنی آل انڈیا کانگریس کے اجلاس کانگریس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹی میں نامنظور ہو جائینگی - جہاں مسلمان ارکان کا تناسب ..... چوتھائی سے زیادہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا - اگر مسلمان اسطرح کانگریس میں شریک ہوگئے تو اُن کی یہ حیثیت ہوگی کہ اُن کی موجودگی میں اُن کے مفاد کیخلاف فیصلے ہونگے اور آئینی اصول کے مطابق اُن کو اکثریت کے فیصلوں کو ماننا پڑیگا اور اُسکے باوجود کہ وہ سکوت کریں یا اختلاف کریں وہ ان کے مخالف فیصلوں کے ذمہ دار تصور کئے جاوینگے اور کانگریس کے باہر بھی اُن کو اختلاف کا کوئی حق نہ رہے گا - لیکن اگر مسلم لیگ کے ماتحت اپنی علیحدہ سیاسی تنظیم کریں تو وہ ہندوستان میں ایک دوسری طاقت ہونگے جو تعداد کے اعتبار سے کم ہو مگر دوسری حیثیتوں سے اکثریت کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہو سکتی ہے یقیناً ہندوؤں اور مسلمانوں کے اشتراک اور اتحاد کے بغیر ہندوستان کا آزاد ہونا بظاہر ممکن نہیں - لیکن یہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا مشترکہ مفاد اور مقصد ہو لہذا مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملنے کی جتنی طلب ہے اُتنی ہی ہندوؤں کو بھی ہونی چاہئیے - لہذا اگر کانگریس اخلاص کیساتھ ہندوستان کی آزادی کی طالب ہو تو اُس کو مسلم لیگ کے جائز مطالبات طے کرنے پڑینگے اور ہر اہم معاملہ میں مسلمانوں سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوگی - انفرادی حیثیت سے کانگریس میں شرکت سے مسلم اقلیت ہندو اکثریت میں گم ہو جاتی ہے اور جداگانہ تنظیم کی صورت میں مسلمانوں کی اجتماعی قومی انفرادیت قائم رہتی ہے - کانگریس میں شریک ہو کر مسلمان جو بات کہیں وہ اکثریت کی طاقتور آواز سے دب جائیگی - اور جو بات مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے کہیں وہ جداگانہ ہونیکی وجہ سے ساری دنیا میں سنی جائیگی - کانگریس میں شریک ہو کر مسلمان اپنے خاص مفاد کیلئے کوئی جداگانہ عمل نہ کر سکینگے اور جداگانہ اسلامی تنظیم کے ماتحت ہر عمل اُن کی اختیار میں ہوگا -

جواب نمبر ۲ - کانگریس کے تعاون بغیر یا دوسرے الفاظ میں ہندوؤں کے تعاون بغیر مسلمان

یقیناً ہندوستان کو آزاد نہیں کرا سکتے۔ لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ کانگریس کا تعاون انھیں شرائط پر حاصل کیا جائے جو کانگریس پیش کرے یعنی ہر مسلمان چار آنہ کا ابتدائی ممبر بنے اور انفرادی حیثیت سے بلا مسلم مفاد کے تحفظ کی شرائط منوائے ہوئے کانگریس میں داخل ہو کر اپنی اسلامی حیثیت کو گم کر دے اور محض ہندوستانی رہ جائے اسی طرح کیوں نہ ہو کہ مسلمان مسلم لیگ کے ماتحت اپنی تنظیم کریں اور اور مسلمانوں کی انجمن مسلم لیگ اور ہندوؤں کی انجمن کانگریس کے درمیان تمام مشترکہ مفاد کے حصول کیلئے اور نیز آزادی حاصل کرنے کیلئے بشرائط اس قسم کا معاہدہ اتحاد ہو جیسا دو حلیف قوموں کے درمیان ہوتا ہے۔ اہم معاملات کے تصفیہ کیلئے کانگریس کی مجلس عاملہ اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس ہوں اور ان اجلاسوں میں جو فیصلے ہوں اُن پر دونوں انجمنیں اور دونوں قومیں کاربند ہوں کیا انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اپنی اپنی قومی انفرادیت کو مٹائے بغیر جرمنوں کے خلاف جنگ نہیں کی۔ کانگریس کا تعاون حاصل کرنے کی دوسری اور مسلمانوں کے حق میں بہتر صورت ہے۔ اگر مسلمان مسلم لیگ کو مستحکم اور مضبوط کرلیں اور کانگریس میں شریک ہوں تو یقیناً کانگریس اس طریقہ پر مسلمانوں سے اتحاد کرنے پر مجبور ہوگی۔

جواب نمبر (۳) کانگریس میں مدغم ہونے کے بعد جب مسلمان یہ دیکھیں گے کہ اُن کی رائے اور آواز بے اثر ہے اور وہ اپنے قومی مفاد کے خلاف ہندوؤں کے پیچھے پیچھے چلنے پر مجبور ہیں تو آزادی حاصل کرنے کا جذبہ اُن کے دلوں میں سرد ہو جائیگا اور آزادی کی تحریک بعد جنگ مسلمانوں کی ہمت اور عمل سے اسی طرح محروم ہو جائے گی جس طرح کہ انگریزی حکومت ہندوستان کے تحفظ کے لئے جنگوں میں ہندوستانیوں کے طبعی جوش مدافعت وطن اور جوش ملک گیری سے محروم ہے اور صرف روپیہ دے کر اُن کو لڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔ لہٰذا اس طرح حصول آزادی میں تعویق اور تاخیر زیادہ ہوگی۔ لیکن اگر مسلم لیگ میں مسلمان رہے اور کانگریس میں ہندو رہے اور دونوں کے درمیان اس طرح اتحاد قائم ہوا جیسا کہ دو قوموں کے درمیان ہوتا ہے اور مسلمانوں کو اس کا اطمینان ہو گیا کہ اُن کی اسلامیت اور قومی انفرادیت محفوظ ہے اور آزاد ہندوستان میں وہ بھی آزاد قوم کی حیثیت سے رہیں گے تو مسلمان اپنے مفاد کیلئے اور ہندو اپنے مفاد کے لئے حلیفوں کی حیثیت سے خالص وطنی آزادی کے جذبہ سے جنگ کرینگے۔ یہ جنگ

جس قسم کی بھی ہو زیادہ طاقتور ہو گی اور اس سے آزادی جلد حاصل ہو سکے گی۔

جواب نمبر (۴) یقیناً مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگریس میں شریک ہونے سے روک سکتی ہے اور
اس کے باوجود کہ کانگریس برسر اقتدار اور اس کی وزارت قایم ہو تجربہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ
کانگریس کی حکومت قائم تھی مسلم لیگ نے کانگریس کے مقابلہ میں پانچ الیکشن لڑے اُن میں سے چار
میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور صرف ایک بجنور میں ناکامی ہوئی اس ناکامی کی وجہ بھی حافظ ابراہیم
صاحب کا ذاتی اثر اور مسلم لیگ کو کام کرنے کی کم مہلت تھی۔ نیز یہ کہ ابھی تک مسلم لیگ کی تنظیم مکمل
اور طاقتور بھی نہیں ہے پھر تاریخی تجربہ یہ بھی بتا رہا ہے کہ اقوام کی اکثریت اپنے مفاد اور وجود
کے تحفظ کے حق میں رہتی ہے۔ حکومت کے مؤید صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جنکے مفاد براہ راست
حکومت سے وابستہ ہوں۔ مثال کے طور پر کانگریس کی سابقہ تحریکات کو دیکھیے۔ انگریزوں کی
حکومت قائم تھی۔ ہزارہا ہندو ملازم سرکار تھے زمیندار۔ خطاب یافتہ اور ٹھیکیدار اور
اجارہ دار وغیرہ تھے مگر قوم کی آواز وہی سمجھی گئی جو کانگریس کے پلیٹ فارم سے بلند ہوئی حکومت
کے مؤید ہندوؤں یا ہندوستانیوں کی تائید ہندوستانیوں یا ہندو قوم کی تائید نہیں سمجھی گئی۔
لہذا جو لوگ ذاتی اغراض کیلئے یا کانگریس کے اقتدار سے مرعوب ہو کر مسلم مفاد کیخلاف کانگریس
میں شریک ہونگے وہ بھی انگریزی حکومت کے پرستار ہندوؤں کی طرح بے اثر ہو کر رہ جائیں گے
نیز یہ کہ جب مسلم لیگ کا نظام مضبوط ہو جائیگا اور یہ ناممکن ہو جائیگا کہ کوئی مسلمان انفرادی حیثیت سے
یا کانگریس کی طرف سے کھڑا ہو کر مجالس اضعان قانون کا ممبر منتخب ہو سکے اور مسلم رائے عامہ کانگریس
کا ممبر ہونا عیب اور مسلم لیگ کا ممبر ہونا اچھا سمجھنے لگے گی تو کوئی مسلمان کانگریس کا ممبر بننا پسند نہ کریگا
اور اس طرح مسلم لیگ مسلمانوں کو کانگریس میں جانے سے روک دے گی۔ اور بالفرض اگر کوئی چھوٹی
سی بے اثر جماعت کانگریس میں رہی بھی تو کانگریس کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی چنانچہ
۲۸ء سے ۳۵ء تک یہی ہوا۔ کانگریس ہندوؤں اور مسلمانوں کے فرقہ وارانہ معاملات کے متعلق کانگریسی
مسلمانوں سے کوئی گفتگو نہیں کرتی تھی۔ بلکہ ہر معاملہ میں ان کو نظر انداز کر کے کانگریس کو مسلم لیگ اور
مسلم کانفرنس سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔ آخر میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ کانگریس میں مسلمانوں کی بڑی
تعداد ہرگز شریک نہیں۔ اس قسم کے تمام علانات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں بعض چند افراد ہیں جو

کانگریس میں شریک ہیں۔

جواب نمبر (۵) اکتوبر ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ میں مکمل انقلاب ہوا۔ کامل ذمہ دار حکومت کے بجائے پورا استقلال یا پوری خودمختاری مطمح نظر قرار پایا ہے محدود رکنیت کی جگہ ۲ دو جنس کی شرط پر رکنیت عام کیگئی ہے گویا اب مسلم لیگ کانگریس سے زیادہ جمہوری انجمن ہے، ابتدا سے انتہا تک جتنی کمیٹیاں بنیں گی۔ اور جتنے عہدے دیئے جائینگے وہ انتخاب کے ذریعہ ہونگے اس صورت میں انگریزوں کے خوشامدیوں کے دخل کا مسلم لیگ میں کوئی امکان نہیں۔ لیکن بالفرض اگر عام مسلمان انگریزوں کے حامی واقع ہوئے ہیں اور وہ ایسے لوگوں ہی کو منتخب کرنا چاہتے ہیں جو انگریزوں کے حامی ہیں تو اسکو کون روک سکتا ہے مگر یہ واقعہ کیخلاف ہے مسلم لیگ کے تمام موجودہ ارکان کی میعاد رکنیت فروری میں ختم ہو جائیگی۔ نئے انتخابات میں ہر امیر اور غریب کو عام ممبر بننے کیوقت اس عہدنامہ پر دستخط کرنے پڑینگے کہ وہ کامل آزادی کا طالب ہے اس کے بعد وہ انتخاب میں آئیگا۔ اس کے بعد بھی اگر وہ منافقت کرے اور دلمیں انگریزوں کا حامی رہے تو اس پر کسی کو قابو نہیں، جیسے کوئی شخص توحید و رسالت وغیرہ کا اقرار کرے ہم اسکو مسلمان ماننے پر مجبور ہیں اس کے دلمیں کیا ہے اس پر سوال کرنیکا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اس طرح کے منافق لوگ خود کانگریس میں بھی موجود ہیں اور کانگریس ان کو اندر آنے سے نہیں روک سکتی۔

سر اکبر حیدری نے مسلم لیگ کو جو برطانوی زہر کہا ہے اس کے معنی بالکل اور ہیں۔ کیا سر اکبر حیدری نے حیدرآباد میں کانگریس قائم کرنیکی اجازت دیدی ہے، اور کیا وہ کانگریس کو تریاق سمجھتے ہیں ہر ہندوستانی ریاست سیاسی تحریکات کو اپنے حدود کے اندر داخل ہونے سے روکتی ہے، خواہ وہ قومی ہو یا فرقہ وارانہ خیالات ہے حیدرآباد میں مسلمانوں کو سیاسی استیلا حاصل ہے وہاں مسلمانوں کے حقوق مفاد اور آزادی خطرہ میں نہیں حکومت انجمن سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ حیدرآباد میں مسلم حکومت موجود ہے اس صورت میں یقیناً وہاں مسلم لیگ کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر حیدرآباد میں مسلم لیگ قائم کیجائیگی تو وہ بجائے سیاسی انجمن کے خالص فرقہ وارانہ انجمن بنکر رہجائیگی جو حکومت اور ہندوؤں کے درمیان تصادم کا باعث ہوگی۔

جواب نمبر (۶) غلط ہے کہ مسلم لیگ بے عمل جماعت ہے مسلم لیگ ابتدا یعنی ۱۹۰۶ء میں اس غرض سے قائم ہوئی تھی کہ برطانیہ سے ہندوستان کو مراعات لیں ان میں سے مسلمانوں کو پورا حصہ دلائے اور

نیز مزید مراعات حاصل کریں اکثریت کیساتھ تعاون کیے۔ چنانچہ اس نے یہ کیا کہ کانگریس نے جب ہندوستان کیلئے
سیاسی اختیار حاصل کرنیکی جب کوئی تحریک شروع کی مسلم لیگ نے اسکی تائید کی مسلم لیگ اور
کانگریس کے متحدہ مطالبہ پر مانٹگو چیمسفورڈ اصلاحات ہندوستان کو دی گئی۔ اور مسلم لیگ کے ذریعہ مسلمانوں
کی اجتماعی قوت کو محسوس کرکے کانگریس ۱۹۱۶ء میں فرقہ وارانہ معاملات میں مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرنے پر
مجبور ہوئی۔ جو ۱۹۲۳ء تک بلا تغیر جاری رہا۔ چونکہ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد ابتداءً محض
ہندوستان کے اندرونی سیاسی امور تک محدود تھے اس لئے جب جنگ عظیم ہوئی اور خلافت اور اماکن
مقدسہ کا مسئلہ سامنے آیا تو انہیں مسلمانوں نے جو مسلم لیگ کے بانی اور رکن تھے خلافت کمیٹی قائم کی خلافت
کمیٹی نے جو کچھ کیا اس سے دنیا واقف ہے۔ عملاً اگر غور سے دیکھا جائے تو خلافت کمیٹی حقیقت میں مسلم لیگ
کا شعبہ امور خارجہ تھا۔ ۱۹۲۹ء سے جب نہرو رپورٹ کا فتنہ اٹھا نئے دستور موسومہ قانون حکومت ہند
۱۹۳۵ء کو بننے تک مسلم لیگ نے ہندوستان کی سیاسی اختیار کی ترقی اور اس میں مسلمانوں کے حق کے تعین میں جو
کچھ کیا اس قانون کے اندر موجود ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ مسلم لیگ نے کانگریس کیساتھ ملکر سول ڈس اوبی ڈینس
یعنی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے معاملہ میں کانگریس
نے مسلم لیگ کو اطمینان نہیں دلایا تھا بلکہ مسلمانوں کے علی الرغم سول نامتابعت شروع کر دی کانگریس کی
یہ سول نامتابعت کس مقصد کیلئے تھی یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہ کامل آزادی حاصل کرنیکے لئے
کیگئی مگر یہ غلط ہے واقعہ یہ ہے کہ جب وائسرائے نے نہرو رپورٹ منظور کرنے سے انکار کر دیا جو مسلمانوں کے
مفاد کیلئے سخت مضر تھی تو کانگریس نے اس ضد میں سول نامتابعت شروع کر دی مسلمان اس سول نامتابعت
کو اپنے خلاف ہندوؤں کی طرف سے اس بات کا مظاہرہ سمجھتے تھے کہ ہندوستان میں اصل طاقت ہندوؤں
کی ہے اور مسلمان قابل اعتبار بھی نہیں ہوتا۔ اور مسلمانوں کا یہ خیال صحیح تھا۔ چنانچہ ثبوت میں پنڈت جواہر
لال نہرو کا یہ متکبرانہ قول پیش کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک کانگریس دوسری
برطانوی حکومت۔ یہ کہ مسلم لیگ جو کانگریس سے الیکشن لڑ رہی ہے اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہے مخالفین
کی طرف سے مسلم لیگ پر ایک بے مغز اعتراض ہے اگر یہ عہد لیکر مجلس واضعان قانون کا ممبر منتخب کرنا مسلمانوں
کیلئے مفید نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق و مفاد کا تحفظ کریگا جن کے وہ آئین مروجہ کی رو سے مستحق ہیں جو تسلیم
کرنا پڑیگا کہ مسلمانوں کو مجالس واضعان قانون میں بھیجنا ہی مسلمانوں کے حق میں مفید نہیں مسلم لیگ صرف

اس غرض کیلئے الیکشن میں جدوجہد کررہی ہے کہ صرف اُن لوگوں کو بھیجے جو ہندوستان کی سیاسی اختیار کی ترقی کیساتھ مسلمانوں کے مذہبی تمدنی اور سیاسی حقوق کی پوری حفاظت کرے۔ اسکے برخلاف کانگریس اُن مسلمانوں کو کونسل میں بھیجنا چاہتی ہے جو خاص مسلم حقوق کے تحفظ کیخلاف کانگریس کی اطاعت کریں اگر یہ بات کہ مسلمان کسی عہد کیساتھ مجالس و اضعان قانون میں جائیں۔ اسقدر غیر اہم ہے کہ اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو کانگریس اپنے قدیم دستور کیخلاف اس مرتبہ الیکشن لڑانے پر اسقدر کیوں مصر ہے کہ اُس کو کمزور ہونا منظور اور کمزور ہو کر آزادی ہندوستان کی تحریک کو تعویق میں ڈالنا منظور۔ مگر مسلم لیگ کے مقابلہ میں الیکشن لڑانا ضرور۔ واضح رہے کہ اس معاملہ میں کانگریس کا عمل جارحانہ ہے کہ مسلم لیگ کا

اس اعتراض کا صرف حل یہ ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کا مطمح نظر کامل آزادی مفاد عامہ کے کاموں میں مسلم لیگ کی پارٹی کانگریس کی کوئی مخالفت نہیں کرتی۔ البتہ مسلم اقلیت کے حقوق و مفاد کا تحفظ اُس کا بنیادی عمل ہے۔ لہذا کانگریس کو مسلم لیگ کے مقابلہ کوئی الیکشن نہ لڑنا چاہیے پھر نہ وہ کمزور ہوگی اور نہ آزادی کی تحریک اگر کہیں اسکا وجود ہی تعویق میں پڑیگی۔ **جواب** مسلم لیگ نے اکتوبر ۱۹۳۶ء سے قبل ہندو اکثریت کے اپنے جارحانہ اقدامات کے مقابلہ میں مدافعت کرکے مسلمانوں کو دینی مذہبی اجتماعی سیاسی اور اقتصادی تنظیم کی حفاظت کی ہے اکتوبر ۱۹۳۶ء سے اُس کا نیا دور شروع ہوا ہے اب وہ عام مسلمانوں کو مسلم لیگ کی تنظیم میں داخل کرکے مسلمانوں کے اجتماعی اور سیاسی خلفشار کو ختم کرنا چاہتی ہے رائے عامہ کی تربیت کرکے ہندوستان کے مسلمانوں کو آزادی کامل اور آزاد ہندوستان میں مسلم اور دوسری اقلیتوں کے لئے جمہوری تحفظ یعنی اکثریت کے فرقہ وارانہ جبر و استبداد کے امکان کے انسداد کو مقصد پیہم خیال کرنا چاہتی ہے اور ان مقاصد کے حصول کیلئے جس طاقت کی ضرورت ہے وہ تنظیم کے ذریعہ پیدا کررہی ہے اسی غرض کیلئے ہر شہر قصبے اور موضع میں مسلم لیگ قائم کی جارہی ہے ہر عام مسلمان اُسکا رکن بنایا جارہا ہے نوجوانوں کی ایک بہت بڑی جمعیت بھرتی کیجارہی ہے۔ اقتصادی خوشحالی کیلئے مسلمان دستکاروں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کے رواج کی کوشش ہے سود منسوخ کرانا مدنظر ہے اور مسلم لیگ کا جو ارادہ ہے وہ اسکے سالانہ اجلاس کی قرارداد سے مفصل معلوم ہوگا

جواب ۔ اگر کانگریس سے سمجھوتہ ہوگیا اور اکثریت کے جبر و استبداد کا کوئی خطرہ نہ رہا۔ مسلم لیگ اُس وقت بھی قائم رہیگی۔ اور اشتراک عمل مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ہوگا مسلمان منتشر ہوکر

کانگریس میں کبھی شریک نہ ہوں گے مسلم لیگ کی یہ قطعی رائے ہے۔ جواب ۹ اگر علماء مسلم لیگ کے
ممبر بننا چاہیں تو اُن کو الیکشن کے ذریعہ مسلم لیگ کی با اختیار کمیٹیوں میں آنے سے گریز کی کوئی وجہ
معلوم نہیں ہوتی۔ یہ تو بہترین صورت ہے لیکن خاص حالات میں بہت ہی مقتدر علماء کیلئے جو
الیکشن کے ذریعہ نہ آسکیں ایک صورت اور بھی ہے جس کو انگریزی میں کو اپشن کہتے ہیں یعنی وہ بطریق
اضافہ آسکتے ہیں جواب ۱۰ مسلم لیگ میں دینی امور کے متعلق علماء کی رائے کو وہی وقعت حاصل
ہوگی جواب تک مسلمانوں میں اُن کی رائے کو حاصل رہی ہے ان معاملات میں اگر علماء کے درمیان
کوئی اختلاف ہو تو اسکے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جائیگا جو حدیث و قرآن کی رو سے صحیح ہو۔
جواب ۱۱ - یقیناً مسلم لیگ نے جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے تصادم کو ضرور محسوس کیا ہے اور اسکے
انسداد کی اُس کے ذہن میں یہ صورت ہے کہ جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے درمیان تقسیم عمل ہو جائے
یعنی خالص دینی امور کا انصرام جمعیۃ العلماء اپنے ذمہ لیلے اور مذہبی تمدنی سیاسی اور دوسرے
شعبہائے حیات کے انصرام میں شرکت کیلئے حضرات علماء مسلم لیگ میں بحیثیت مسلمان شریک ہیں
جواب ۱۲ بیشک راجپوتوں اور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام مسلم لیگ کے نزدیک ایک اہم فریضہ
ہے اور سیاسی حیثیت سے بھی یہ بہت ضروری ہے مگر اس اہم اسلامی خدمت کے اہل صرف
حضرات علماء ہیں۔ بدنصیبی سے مسلم لیگ کو ان کا پورا تعاون حاصل نہیں رہا ہے اس لئے
وہ اس خدمت سے قاصر رہی ہے۔ اگر علماء اس کام کو شروع کریں تو مسلم لیگ اُن کے ساتھ
پورا تعاون کرے گی۔

یہ جوابات جناب نواب محمد اسمٰعیل خانصاحب ایم ایل اے بیرسٹر صدر مسلم لیگ پارلیمنٹری
بورڈ و سید حسن ریاض صاحب و دیگر اراکین کے مشورہ سے تحریر کیئے گئے ہیں۔

سید ذاکر علی جوائنٹ سکریٹری مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ صوبہ متحدہ

۲۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

نقل اشتہار مطبوعہ رمضان ۱۳۵۶ھ

منجانب محمد بشارت اللہ خاں صاحب امروہوی

سوالات۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آجکل سہارنپور میں اسمبلی کی ایک نشست کیلئے دو امیدوار کھڑے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی منفعت علی صاحب وکیل جن سے جناب خود ذاتی طور پر بھی واقف ہیں اور دوسرے چودھری نفر احمد صاحب جو مولوی صاحب سے قابلیت میں ہر طرح سے کم ہیں اور مولوی صاحب موصوف ہی کی برادری کے ہیں۔ مولوی منفعت علی صاحب مسلم لیگ کی طرف سے کھڑے ہوئے ہیں۔ اور دوسرے صاحب کانگریس کی طرف سے۔ بعض مولوی صاحبان یہ فرماتے ہیں کہ کانگریس کے امیدوار کو ووٹ دینا ضروری بلکہ واجب ہے اور نجاتِ اُخروی کا مدار بھی کانگریس ہی کے امیدوار کو ووٹ دینے میں بتاتے ہیں۔ اور مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا ناجائز اور موجب عذاب بتاتے ہیں۔ لہٰذا سوال یہ ہے

(۱) جناب کے نزدیک کانگریس کے امیدوار کو ووٹ دینا جائز بھی ہے یا نہیں۔؟

(۲) اور کیا مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا جائز ہے۔؟

اور چونکہ مولوی منفعت علی صاحب سے جناب ذاتی طور پر بھی واقف ہیں اسلئے اگر خلاف مصلحت نہ ہو تو اس سے بھی مطلع فرمائیں کہ آپ مولوی صاحب موصوف کو اسمبلی کی ممبری کیلئے موزوں اور مناسب خیال فرماتے ہیں یا نہیں اگر ایسے دیندار لوگ اسمبلی میں جاویں تو مسلمانوں کی نمایندگی بہت بہتر طریق سے ہو گی ہمارا یہ خیال صحیح ہے۔؟ والسلام

الملتمس سیّد ریاض الحسن وکیل و قاضی محمد حنیف گنگوہی۔

الجواب۔ مبسملاً و حامداً و مصلیاً۔ اس سوال کے دو جزو ہیں ایک عام کہ مسلم لیگ و کانگریس میں سے کسی کے امیدوار کو ممبری کو ووٹ دینا جائز و مفید اور کس کے لئے ناجائز اور مضر۔ دوسرا خاص ایک صاحب کے متعلق کہ ان کو ووٹ دینا میرے نزدیک بہتر ہے یا نہیں۔ سو پہلے جزو کے متعلق تو کانگریس کے حالات کا معلوم ہونا کافی ہے جو یقیناً اس آیت کے مفہوم میں داخل ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر (ترجمہ اے ایمان والو نہ ٹھیراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف پاؤ نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو چھپا ہے ان کے جی میں سو اس سے زیادہ)۔

اس لئے موجودہ حالات میں بجزم ویقین کیساتھ میری رائے ہے کہ جو شخص کانگریس کی رفاقت میں ممبری کا ساعی ہو وہ مسلمانوں
خیر خواہ نہیں ہوسکتا اور اُسکی موافقت اور اُس کیلئے سعی کرنا میں اہل اسلام کیلئے مضر سمجھتا ہوں، رہی مسلم لیگ جماعتی حیثیت
تو اُس میں کوئی وجہ معصیت وعدم جواز نہیں معلوم ہوتی اب صرف اشخاص کے حالات پر حکم دائر ہوگا پس اگر کوئی شخص دیندار تجربہ کار
مسلمانوں کا خیرخواہ مسلم لیگ کی طرف سے ممبری کا امیدوار ہو تو بلا شبہ اُس کو ووٹ دینا جائز بلکہ افضل
وبہتر ہے اور یہ کہنا کہ کانگریس کو ووٹ دینا موجب ثواب اور مسلم لیگ کو موجب عذاب ہے۔ محض
دعویٰ بے دلیل بلکہ خلاف دلیل اور سخت جسارت و بیباکی ہے جس سے توبہ واجب ہے۔

یہ پہلے جزو کا جواب تھا اور دوسرے کے متعلق یہ جواب ہے کہ مولوی منفعت علی صاحب وکیل سے
احقر کو ذاتی واقفیت حاصل ہے وہ ایک دیندار تجربہ کار خوش فہم نیک نیت، قانون داں، مسلمانوں
کے سچے خیرخواہ وہمدرد مسلمان ہیں اُن کو ووٹ دینا میرے نزدیک ہر طرح افضل وبہتر ہے۔

واللہ اعلم وھو المستعان۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ

علماء کیلئے مشورہ

نقل تحریر قلمی جو مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ کے قلم سے ہے مگر حضرت اقدس کی اصلاحات سے مشرف ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل علم کا کسی سیاسی جماعت میں باقاعدہ شامل ہونا تو مضرت ومفسدہ دینیہ سے خالی نہیں لیکن اُن
کے لئے اسکی سخت ضرورت ہے کہ اشاعت احکام دینیہ کے لئے ایک جماعت بناویں جو نہایت مستعدی اور
کامل خلوص وتواضع کے علاوہ نہایت دلسوزی وشفقت کے ساتھ مسلمانوں کو احکام دین کا پابند بنانے کی سعی کرے
کیونکہ زیادہ تر تباہی مسلمانوں کی اسی وجہ سے ہے کہ وہ دین سے دور ہوگئے ہیں۔

اس قسم کی جماعت کے لئے حضرت اقدس کے سوا کسی سے حق کی امید نہیں، لیکن نفوس کا کام انجمن سے بھی
خالی نہیں نیز اس جماعت کے لئے مصارف کثیرہ کی ضرورت ہے اور اُس کا انتظام بدون تحریک چندہ دشوار ہے
اس واسطے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معتمد عالم با مشورہ حضرت اقدس کی منشاء کی موافق خانقاہ سے الگ
خود اسی قصبہ میں یا دوسری جگہ جیسی مصلحت ہو جماعت قائم کریں اور اُن ناظم صاحب کی امداد ونگرانی کیواسطے
خاص حضرت سرپرستی فرمادیں اور حضرت والا مدفیوضہم اس جماعت پر اعتماد کا اعلان فرمادیں، اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ

تنظیم المسلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال سیدی و مولائی دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
آجکل ہندوستان میں دو سیاسی جماعتیں ہیں۔ ایک کانگریس اور دوسری مسلم لیگ۔ کانگریس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ملک کی واحد نمایندہ جماعت ہے اور ہر شخص کو بلا تفریق مذہب و ملت اس جماعت کا ممبر ہونا چاہیئے اور اس جماعت کے ہوتے ہوئے کسی دوسری سیاسی جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہیئے اور سب یکجا ہو کر ملک کو آزاد کرائیں۔ مسلم لیگ خالص مسلمانوں کی جماعت ہے اور اُس کا نصب العین بھی ملک کو آزاد کرانا ہے مگر اُس کا یہ دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کے کچھ خاص ایسے حقوق ہیں کہ جن کے تحفظ کے لئے اس جماعت کا علیحدہ نظام و قیام ضروری ہے اور واقعہ یہ ہے کہ دونوں جماعتیں سیاسی ترقی میں تو ایک دوسری کی شرکت میں کام کر سکتی ہیں مگر کانگریس میں مدغم ہو کر خاص حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے کانگریس کا شروع سے مسلمانوں کے ساتھ کیا رویہ رہا اس کے متعلق تو مفصل بحث کتاب موسومہ آزادی کی جنگ[عہ] مؤلفہ عبد الوحید خانصاحب میں درج ہے جو غالباً حضرت والا کی نظر سے بھی گذری ہے۔ لیکن بعض کچھ واقعات یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کانگریس میں چونکہ ہنود کی کثرت ہے وہ رام راج قائم کرنا چاہتے ہیں اور کانگریس کی اصل غرض یہ ہے کہ ہندوستان کا محافظ انگریز رہے اور زیر سایۂ برطانیہ دفتری حکومت ہندو کے ہاتھ میں آجاوے اور اُن کو یہ خوف ہے کہ ایشیا کی اسلامی سلطنت حملہ آور

عہ یہ کتاب اس پتہ سے مل سکتی ہے:۔ کتبخانہ دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

ہو کر اسلامی حکومت قائم کرے گی اس کے متعلق مسلمان کتنا ہی اطمینان دلا دیں مگر
اُن کا یہ خوف دور نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہندی زبان و لباس کے رواج دینے
میں بےحد کوشاں ہیں اور اپنا ہی اقتدار حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ ملک میں
اس وقت آئینی لڑائی ہے جس میں جملہ معاملات کثرت رائے پر طے ہوتے ہیں
اور اس وقت کانگریس کی مرکزی جماعت و مجلس انتظامیہ میں مسلمانوں کی
تعداد بہت ہی قلیل ہے ان کانگریسی مسلمانوں کی یہ کیفیت ہے کہ مسلمانوں
کے خاص حقوق کے تحفظ کے سوال کو فرقہ پرستی سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے احتجاج
پر یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اگر مسلمان کثرت کیساتھ کانگریس میں شریک ہو جاویں
تو ہنود کی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں اور دوسری چیز جو پیش کرتے ہیں۔
وہ مخلوط انتخاب ہے اُن کی یہ حجت ہے کہ جب تک جداگانہ انتخاب ہے ایک
مذہب والا دوسرے مذہب والے سے بے نیاز ہے جس میں اتحاد کی امید
نہیں اگر انتخاب مخلوط ہو جاوے تو ہندو و مسلمان ایک دوسرے کے جذبات
کے احترام کرنے پر مجبور ہوں گے لیکن اس کی تردید میں چند واقعات ہیں
ہندو و مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ایسا ہے کہ مسلمان تو مجبور ہو سکتا ہے مگر
ہندو کو ضرورت نہیں ہے چنانچہ دوچار جگہ ڈسٹرکٹ بورڈ و میونسپلٹی کے انتخابات
مخلوط ہوئے اور مسلمان ان نشستوں سے کہ جن پر پہلے سے منتخب ہوتے تھے
محروم ہوئے بعض جگہ تو اس خیال سے کہ کہیں مسلمان نہ ہو جاوے سرکاری آدمی
کو منتخب کیا۔ علاوہ ازیں خود کانگریس میں مسلمان انتخاب میں نہیں آ سکے اور یہ سبب
اس وجہ سے ہے کہ ہنود کی کثرت ہے اور مخلوط انتخاب میں مسلمانوں کا صحیح نمائندہ
کبھی منتخب نہیں ہو سکتا اور کثرت کی بنا پر ایسے قوانین بھی پاس ہو سکتے ہیں
جو مسلمانوں کے حقوق کے منافی ہوں مگر موجودہ شکل میں گورنر و گورنر جنرل کو ایسا قانون

مسترد کرنے کا حق ہے۔

مسلم لیگ کی قیادت اس وقت مسٹر محمد علی جناح کے ہاتھ میں ہے گو مسٹر محمد علی جناح آبائی شیعی ہیں مگر غیر متعصب ہیں اور گو کوئی متقی شخص نہیں لیکن سیاست میں بہترین شخص سمجھے جاتے ہیں اس کے کانگریس والے بھی معترف ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ سرکاری آدمی نہیں ہیں ملک قوم کی آزادی کے لیے اُن کے دل میں درد ہے اسی لئے گورنمنٹ کے مقابلہ میں بھی اور کانگریس میں بھی انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے لئے آواز بلند کی۔ مسٹر محمد علی موصوف کے خلاف یہ بھی غلط پروپگنڈا ہے کہ وہ جاہ پسندی کے لئے یہ سب کام کر رہے ہیں۔ اگر وہ جاہ پسند ہوتے تو کبھی کسی خطاب یا کسی عہدہ کی اپنے لئے کوشش کرتے جس کا ملنا بہت سہل تھا مگر انہوں نے کبھی بھی اس کی خواہش نہیں کی۔ بہر حال کلمہ گوہیں برعکس اس کے جو مسلمان کانگریسی یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ وہ شیعی ہیں تو کانگریس کا صدر تو غیر مسلم ہے۔ نیز صدارت مسٹر محمد علی جناح کی ملک نہیں ہے بلکہ وہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ عامۃ المسلمین اپنا دوسرا صدر منتخب کرلیں۔ اہم سوال اس وقت علمائی رائے کا ہے۔ بعض حضرات کانگریس کی شرکت کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسرے حضرات مسلم لیگ میں شریک ہونے پر زور دیتے ہیں اور جو حضرات کانگریس کو ترجیح دیتے ہیں بجز ایک دو صاحب کے وہ سب بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کے نظام کی ضرورت یقینی ہے مگر کچھ شرائط کے ماتحت کانگریس میں شریک ہونا چاہیئے۔ مسٹر محمد علی موصوف بھی کانگریس سے تصفیہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ اُن کی صرف اس قدر خواہش ہے کہ مسلمان اپنی جگہ پر منظم رہیں اور حکومت و آزادی کے لئے کانگریس کے دوش بدوش کام کریں اور یہ اس وجہ سے کہ اگر حسب سابق آیندہ کانگریس کی کثیر جماعت

مسلمانوں سے بدعہدی کرے تو مسلمانوں کو اس وقت دوبارہ تنظیم کی ضرورت نہ پیش آوے حضرات علماء کی اس اختلاف رائے کی وجہ سے عوام کو راستہ قائم کرنا مشکل ہے اس لئے دریافت طلب ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک دونوں مذکورہ بالا جماعتوں میں سے مسلمانوں کو کس جماعت میں شرکت اختیار کرنا چاہیئے یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ مسلم لیگ میں گو مذہبی حالت کے اعتبار سے کچھ کمی ہے مگر اصلاح کی بہت قریب توقع ہے اور یہ اصلاح عوام کے ہاتھ میں ہے اور عوام کی اصلاح حضرات علماء کی جدوجہد پر منحصر ہے تو اس ترتیب سے مسلم لیگ کی اصلاح گویا علماء کے ہاتھ میں ہے۔

خادم منفعت علی ممبر مسلم لیگ سہارنپور

معروضہ ۵ ر فروری سنہ ۳۲ء

جواب - مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - چونکہ اس کے متعلق دوسرے مقامات سے بھی سوالات آتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ یہ جواب بعنوان کلی لکھدیا جاوے تاکہ دوسرے جزئی سوالات پر بھی منطبق ہو سکے اور تمام سوالات کا جامع جواب ہو جاوے اور اسی لئے اس جواب کا ایک مستقل و مناسب لقب بھی تجویز کر دیا گیا اب وہ جواب عرض کرتا ہوں۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب ولقبہ بتنظیم المسلمین

قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا الآیۃ بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی مدعا نگار ہے کہ سب کو معلوم

ہے کہ آجکل ہندوستان میں مفاد ملکی کے نام سے ایسی سیاسی جماعتیں جو تنظیم و
تعلیم کی جامع ہوں دو ہیں۔ ایک کانگریس دوسری مسلم لیگ اور دونوں اپنی
اپنی طرف شرکت کی دعوت دیتی ہیں۔ اور نافعیت میں ایک کو دوسرے پر ترجیح
دینے میں اہل الرائے اختلاف رکھتے ہیں اور اسی کی تحقیق کے لئے مدت سے
متردین کی طرف سے شرکت کے متعلق مختلف عنوانات سے سوالات کا سلسلہ
جاری ہے۔ اب تک چونکہ دونوں کے واقعات کا کافی علم نہ تھا اس لیے جواب
کی بنا زیادہ تر سائلین کے بیان پر ہوتی تھی اور احیاناً جواب کے کچھ حصہ میں ثقات
کی روایات کا بھی کچھ دخل ہوتا تھا اور بعض اوقات بغرض مزید تحقیق خود سائل
سے بھی واقعات کی تنقیح کیجاتی تھی اور ان بناؤں کے اختلاف سے مختتم جواب
نہ ہو سکتا تھا جس سے ممکن ہے کہ سائل کو شفائے تام نہ ہوتی ہو اور اس صورت
میں یقیناً ایسے جوابوں سے طریق عمل کا اخذ کرنا جو سوال سے اصل مقصود تھا
دشواری سے خالی نہ تھا اس لئے سخت ضرورت تھی کہ واقعات کی مزید تعیین
و تبیین کیجاوے جس کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے گئے جس میں خاص
اہتمام کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ اتنی ضروری کامیابی ہوگئی جس سے انشاء اللہ تعالیٰ
کافی جواب پیش کرنا ممکن ہوگیا اور آج آپ کا خط اس جواب کے پیش کرنے کا
محرک ہوگیا۔ یہ چند سطریں اسی جواب کی حکایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ
اس میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ فضاء حاضر میں مسلمانوں کو شدید
استحکام کے ساتھ منظم ہونے کی سخت ضرورت ہے اور ان کے تمام منافع و مصالح
کی حفاظت اور تمام مضار و مفاسد سے صیانت اسی تنظیم پر موقوف ہے مگر
اس کے ساتھ ہی ہر مسلمان پر یہ بھی واجب التسلیم والعمل ہے کہ وہ تنظیم حسب
صورت بالکل احکام شرعیہ کی موافق ہو جو آیت پیشانی میں اعتصام

ان کی تفصیل بعلاوہ ذاتی مطالعہ حالات کے یہ ہے کہ اولاً جمعیۃ العلماء کے ذمہ دار ارکان کو مدعو کیا گیا کیونکہ یہ حضرات

بحمد اللہ کی لاتعز تواپر تقدیم سے بھی ظاہر ہے، سو اگر اس وقت ملک میں اس صفت کی کوئی منظم جماعت موجود ہوتی یا اُس کا ہونا متوقع قریب ہوتا تو جواب واضح تھا لیکن موجودہ حالت میں افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ ایسی جماعت کا نہ تحقق ہے نہ قریب توقع اس لئے بجز اس کے چارہ کار نہیں کہ موجودہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں داخل ہوں اور اُس میں قواعد شرعیہ کی رو سے جو نقص ہو اُس کی اصلاح کریں اور اگر اُن میں ایک کی اصلاح آسان اور دوسری کی دشوار ہو تو بہ قاعدہ عقلیہ و نقلیہ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما جس کی ماخذ کثیرہ میں سے ایک ماخذ حدیث بریرہ میں یہ ارشاد نبوی ہے۔ اعتقیہا واشترطی لھم الولاء علی ما قررہ النواوی فی شرح صحیح مسلم اُسمیں داخل ہو جائیں جس کی اصلاح آسان ہو۔ سو اس کے متعلق جہانتک تفحص بلیغ کی ساتھ تحقیق کیا گیا مذکورہ و مسئول دونوں جماعتوں میں اُن کی موجود حالت پر نظر کرکے مسلم لیگ کے نقائص کا رفع کرنا سہل ہے اور کانگریس کی اصلاح متعسر بلکہ متعذر ہے جس کے وجوہ کا خلاصہ وہی ہے جو آپ نے لکھا ہے کہ مسلم لیگ خالص کلمہ گویوں کی جماعت ہے اور کانگریس میں عنصر غالب غیر مسلمین کا ہے اور جو شخص اسلام کو حق جانتا ہو اُس کو شریعت کے قریب لانا بہ نسبت اُس شخص کے جو اسلام کو حق نہیں جانتا ظاہر ہے کہ سہل ہے۔ نیز مسلم لیگ کے اعلانات جیسے لیگ کا مینوفسٹو وغیرہ اور

[۱] ۞ اور اُنکا متحقق نہ ہونا جیسا سوال میں ظاہر کیا گیا ہے حالت موجودہ میں مانع نصرت نہیں ہو سکتا جیسکی متفق علیہ نظیر ترکی سلطنت ہے کہ وہ بھی متقی نہ تھے مگر صرف اس بنا پر کہ محافظین اسلام کی مدافعت کرتے تھے تمام اہل حق علما و مشائخ نے جنہیں ہمارے اکابر بھی ہیں بلکہ سب میں پیش پیش رہے ہیں، ہر موقع پر اُن کی نصرت کو دینی فریضہ سمجھا ۱۲ شبیر احمد عفی عنہ ۔

۱۲ مولانا ظہیر احمد صاحب

ریس کے معاملات اس کے شاہد ہیں۔ رسالہ آزادی کی جنگ کو جس کا آپ نے
ال، حوالہ دیا ہے میں نے بھی دیکھا ہے واقعی اُس میں ان معاملات کی تفصیل
چھی طرح دکھائی گئی ہے بضعف مزاج کے لئے اُس کا مطالعہ میرے خیال میں کافی
ہے پس اس آل کی بنار پر شرح صدر کی ساتھ میری یہ رائے قائم ہوئی ہے کہ
مسلمانوں کو اطمینان و توکل کی ساتھ مسلم لیگ میں داخل ہوجانا چاہیئے پھر اُن
یں جو اہل قوت واہل ہیں اُن کو اپنی قوت واثر سے اُس کی اصلاح کی کوشش
رنا چاہیئے اور جو اہل قوت نہیں وہ اہل قوت کو وقتاً فوقتاً یاددہانی کرکے تقاضے
کے ساتھ اُن سے اصلاح مطلوب کی درخواست کرتے رہیں اور اصلاح کے طریقوں
یں علمار محققین سے مدد لیتے رہیں جو علمار اُس میں شریک ہوں اُن سے تو علمی
و عملی دونوں قسم کی امداد حاصل کریں اور جو اس میں کسی مصلحت یا عذر سے باضابطہ
شریک نہ ہوں ان سے صرف علمی مدد لیں یعنی اُن سے واقعات ظاہر کرکے
حکام شرعیہ معلوم کرتے رہیں اور ان کی موافق مسلم لیگ کی حالت کو درست کرتے
ہیں۔ اور مسلم لیگ میں جو معاملات پیش آویں اُن کے متعلق اگر علمار میں اختلاف
ہو تو جو علمار کسی جماعت میں باضابطہ شریک نہ ہوں اُن سے استفسار کیا جائے
ور اُن میں بھی اگر اختلاف ہو تو شرعاً دونوں شقوں میں گنجائش سمجھی جاوے
.... اور دونوں شقوں میں سے مدبروں کے
نزدیک جو مصلحت ہو اُس پر عمل کیا جاوے اور جو علمار باضابطہ کسی جماعت میں
شریک نہ ہوں وہ بھی بیکار نہ رہیں بلکہ وہ اس سے اہم خدمت میں مشغول رہیں
ور وہ خدمت بندگان خدا کو احکام شرعیہ کی تعلیم و ترغیب دینے کی ہے جو
مشترک طریقہ ہے حضرات انبیار کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا۔ بلکہ پہلی قسم کے
علمار کو بھی جتنا وقت مسلم لیگ کی خدمت سے بچے اس اشاعت احکام میں صرف

لینا ضروری ہے پس اس تفصیل سے بقاعدہ تقسیم عمل (جو آیت وماکان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین سے بھی ماخوذ ہے) سب کو اپنے کام میں مشغول ہو جانا چاہیے پھر اسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ وعدۂ آیہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (سورہ ہود) وانا لا نضیع اجر المصلحین (سورہ اعراف) کا ظہور ہوگا۔ اور اس کی بھی ضرورت ہے کہ بہیئت مذکورہ اس تنظیم کو ہمیشہ ہمیشہ مستقلاً جاری و باقی رکھیں کیونکہ اُس کے ثمرہ کی تو ہمیشہ ہی حاجت ہے۔ یہ تو خلاصہ ہے اپنے انتظام کا باقی دوسروں کے ساتھ معاملہ سو اس انتظام کے بعد اگر کانگریس مسلم لیگ سے صلح کی طرف مائل ہو تو حسب ارشاد وان جنحوا للسلم فاجنح لہا اُس سے اصول شرعیہ کے موافق تیقظ و تدبر کیساتھ اہل تجربہ و اہل علم و اہل فہم کے مشورہ سے صلح رکھیں مگر اپنی تنظیم مذکور کو اُس وقت بھی قوت و استقلال کے ساتھ قائم رکھیں اُس کو کمزور نہ کریں اور نہ کانگریس میں مدغم کریں کہ یہ شرع اور تجربہ دونوں کے اعتبار سے نہایت مضر ہے اور بالفرض اگر مسلم لیگ کی اصلاح سے قبل یا بعد اور کوئی جماعت مسلم منظم صاحب قوت صاحب اختیار ہو جاوے۔ اس صورت میں مسلم لیگ اور وہ جماعت دونوں اتحاد و اشتراک کیساتھ کام کریں تاکہ مسلمانوں میں افتراق و تشتت نہ ہو۔ اور ان سب حالات میں قولاً و فعلاً و حالاً و تقریراً و تحریراً موافق و مخالف ہر ایک کیساتھ اخلاق اسلامی کو اپنا شعار رکھیں جیسا ارشاد ہے وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن وغیرھا من الآیات خلاصہ دستور العمل یہ ہے کہ از خود نہ کسی سے آویزش کی ضرورت نہ آمیزش کی ضرورت۔ رضائے حق کو مطمح نظر رکھکر اپنے کام میں لگے رہیں اور اس رضا کی شرط یہ ہے کہ ہر کام میں اس کا پورا لحاظ رکھیں کہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہونے پاوے

یہی عبدیت کی روح اور حیات مسلم کی اصل الاصول ہے اور اس استقلال و استقامت کیساتھ ہی دعاء و ابتہال کو اصل وظیفہ و تدبیر سمجھیں اور پھر نصرت حق کے منتظر رہیں اب اس تحریر کو بزرگوں کی ایک نافع وصیت اور دو جامع دعاؤں پر ختم کرتا ہوں یہ دعائیں بھی ورد رکھنے کے قابل ہیں خصوص بعد نماز۔

وصیّت ؎ کارکُن کار بگذر از گفتار — کاندریں راہ کار باید کار

دعائے اول - اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

دعائے ثانی - اللّٰھمّ انصر من نصر دین محمّد صلے اللّٰہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔

نوٹ نمبر (۱) اس جواب میں مَیں نے اپنے مزید اطمینان کیواسطے اپنی جماعت کے متعدد محقق علماء سے بھی مشورہ کرلیا ہے اُن سب نے بھی اس سے اپنی موافقت کا اظہار فرمایا۔

نمبر (۲) یہ جواب مسلم لیگ کی موجودہ حالت پر ہے اگر خدانخواستہ حالات بدل جائیں تو حکم بھی بدل جائے گا۔

نمبر (۳) جو صاحب اس مضمون کو شائع کرنا چاہیں وہ اس کا خلاصہ شائع نہ کریں بلکہ بجنسہ پورا مضمون شائع کریں۔ خلاصہ کرنے میں بہت سی اُلجھنیں اور نیز غلط فہمیاں ہوجاتی ہیں۔ اور اگر کسی کو کسی کے شائع کردہ مضمون میں کمی بیشی کا شبہ ہو تو تھانہ بھون کے ماہوار رسالہ النور بابت ماہ ذیقعدہ ۵۶ھ سے مقابلہ کرلیں کہ اُس رسالہ میں میرا یہ مضمون بعینہ پورا چھپا ہے۔ والسلام خیر ختام

مقام تھانہ بھون ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۸ء

ضمیمہ تنظیم المسلمین

عرض ضروری باطلاع معذوری

بعد الحمد والصلوٰۃ حضرات ناظرین السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سیاسیات حاضرہ کے متعلق ایک فتویٰ مسمیٰ بہ تنظیم المسلمین زمانہ قریب میں میری جانب سے شائع ہوچکا ہے اور اوس سے میرا مسلک واضح ہوچکا ہے مگر پھر بھی روزانہ ہر ڈاک میں اس کے متعلق برابر خطوط آتے رہتے ہیں جن میں مختلف عنوانات سے سوالات ہوتے ہیں۔ چونکہ میں بوجہ ضعف کے ہر جز کا مفصل جواب دینے سے قاصر ہوں اور بغیر تفصیل کے غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ نیز اوس فتویٰ میں نہایت احتیاط کیساتھ اسقدر قیود وحدود کی رعایت کی گئی ہے کہ اون میں غور کرنے سے یا کسی عالم کو مطالعہ میں شریک کرلینے سے تقریباً تمام ضروری سوالات کا جواب اوس سے حاصل ہوجاتا ہے۔ مثلاً

نمبر (۱) ہر تنظیم حسب قدرت شرع کے موافق ہونا ضروری ہے۔

نمبر (۲) جس جماعت میں داخل ہوں اوسکی اصلاح کی کوشش کریں اور اوسمیں منکر پر نکیر کریں گو آگے بھی۔

نمبر (۳) جو شخص اسلام کو حق جانتا ہو اوسکی اصلاح بہ نسبت غیر مسلم کے سہل ہے۔

نمبر (۴) اصلاح اس تفصیل سے کیجاوے کہ اہل قوت اپنی قوت سے اور غیر اہل قوت اون اہل قوت کو آمادہ کرنے سے اور علماء سے علمی وعملی امداد حاصل کرنے سے کام لیں۔

نمبر (۵) تمام علماء احکام کی تبلیغ میں مشغول رہیں کہ تقسیم خدمات کے قاعدہ سے یہ اونکا اصلی فرض ہے۔ اہل سیاست سے اسکی توقع فضول ہے۔ جیسا اسکا عکس۔ البتہ اہل سیاست تدابیر سیاست کے جواز وعدم جواز کے حکم میں علماء کے محتاج ہیں۔

نمبر (۶) غیر اسلامی جماعت کیساتھ اصول شرعیہ کے موافق صلح کا مضائقہ نہیں لیکن اون میں مدغم نہ ہوں۔

نمبر (۷) اگر کوئی دوسری اسلامی جماعت پیدا ہوجاوے اوس کی ساتھ اتحاد رکھیں۔

نمبر (۸) اگر ایسی سیاسی جماعت متقی نہ ہو مگر اسلام کی حفاظت اور مخالفین اسلام کی مدافعت اوسکا مقصود مشترک ہو جیسا اسوقت زیادہ غرض تنظیم سے یہی ہے کہ جو متعصبین آزادی ہند کے بعد ہندوستان سے اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں اونکے مقابلہ میں اسکی حمایت کریں تاکہ اسلام اپنے اصول و شعائر کیساتھ ہندوستان میں باقی رہے گو اس جماعت کے افراد میں اختلاف مذاہب بھی ہو۔ اور اس وقت کی فضا پر نظر کرکے بظاہر اسباب اسکی ضرورت ہے کہ اس مقصود کے حاصل کرنیکے لئے باہمی اختلاف کو بجائے خود رکھکر سب کلمہ گو جمع ہو جاویں تو متقی نہ ہونا ایسی حالت اختلاف میں مانع تعاون نہیں (تنظیم المسلمین کا حاشیہ ملاحظہ ہو) البتہ اسمیں یہ شرط ضرور ہے کہ اس تعاون میں جو اختلاط ہو وہ مضر دین نہ ہو اور اوسکی اسلم صورت یہ ہے کہ عوام الناس ایسے لوگوں سے مذہبی گفتگو نہ کریں نہ سنیں یہ کام علماء پر چھوڑ دیں البتہ اپنے ہم عقیدہ کی علمی و عملی اصلاح خاص ملاقاتوں میں لطف و اخلاق سے کرتے رہنا بالخصوص مناسب بلکہ واجب ہے تاکہ وہ بھی تقوی کیساتھ موصوف ہو جاویں (تنبیہ متعلق نمبر ۵ و نمبر ۶)

حاصل اس تقسیم خدمات کا یہ ہے کہ زعماء کا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو من حیث القوم مٹنے نہ دیں اور علماء کا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو من حیث المذہب بگڑنے نہ دیں۔ تو ایک جماعت میں جن خاص اوصاف کی کمی اوسکے فرض میں مخل ہے اوس کمی کو دوسری جماعت میں دیکھکر خود اوس جماعت کو بیکار سمجھنا محض ناحقیقت شناسی و ناتجربہ کاری ہے ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔

نمبر (۹) ہر حال اور ہر عمل میں اصل مطمح نظر رضائے حق کو رکھیں کہ حقیقی کامیابی اسی پر موقوف ہے

نمبر (۱۰) فتوی سنہ ۱۳۵۶ھ کے ختم اور سنہ ۱۹۳۷ء کے آغاز کا لکھا ہوا اوس وقت کی حالت کی بنا پر ہے اگر حالات بدلیں گے حکم بھی بدل جاویگا جیسا ظاہر ہے۔

یہ مجمل نقشہ ہے اوس فتوی کا مع بعض توضیحات کے لیکن اس اتفاق کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ آئندہ بجائے مجھے خطاب کرنے کے میرا وہ فتوی مذکور جسمیں میرا مسلک شائع ہو چکا ہے ملاحظہ فرمالیں (جو دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجنے پر اس پتہ سے ملسکتا ہے۔ مولوی شبیر علی اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر) پھر بعد ملاحظہ جن حضرات کو اوسپر اطمینان ہو وہ اوسکو تسلیم کرلیں اور جنکو اطمینان نہ ہو وہ دوسرے علماء سے تحقیق فرمالیں اور مجھکو ضعف پیری کے عذر پر نظر فرما کر قیل و قال سے معاف فرماویں اہل اطمینان اطمینان کے سبب اور غیر اہل اطمینان دوسرے بزرگوں سے مراجعت کرنے کے سبب۔ البتہ مجھکو بھی حالات کی اطلاع فرمادی جاوے تو نہایت احسان ہے مگر اسکے جواب کے منتظر نہ رہیں۔ اس اطلاع سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اطلاع ملنے پر اور تفتیش کرنیکے بعد اگر پہلی تحقیق بدلیگی تو عام فتوی کے ذریعہ دوسرا حکم شائع کر دیا جاویگا والسلام خیر ختام - کتبہ الاحقر اشرف علی التھانوی عفی عنہ ۲۱ رجب سنہ ۱۳۵۶ھ

الطریق الامم فی شرائط اتحاد الامم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ آجکل کانگریس کے ساتھ بعضے مسلمانوں کا اتحاد مسئلہ زیر بحث ہو رہا ہے حالانکہ جس حیثیت سے یہ اتحاد ہو رہا ہے وہ محل بحث نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اُس کے مفاسد بین اور مشاہد ہیں جن کا اقتضا رشرعی قواعد سے ظاہر ہے کہ اگر یہ اتحاد فی نفسہ جائز بھی ہوتا تب بھی بوجہ لزوم مفاسد کے ناجائز ہوتا جیسا کہ بہت سے فروع اسی اصل پر مرتب ہیں حتی کہ مباح سے بڑھ کر مستحبات تک پر اس عارض لزوم مفاسد بلکہ ایہام مفاسد کے سبب بھی عدم جواز کا حکم کر دیا جاتا ہے لیکن یہاں تو اس عارض کے علاوہ بعض ضروری شرائط کے فقدان کے سبب یہ اتحاد فی نفسہ بھی ناجائز ہے اور اُن شرائط میں شرط اعظم یہ ہے کہ اس میں اسلام کا حکم غالب ہو اور غیر مسلم قوم حکم اسلام کے تابع رہیں جیسا کہ سیر کبیر وغیرہ کتب مذہب میں یہ شرط مصرح ہے مگر اس میں بعض اہل علم نے جو اس اتحاد کے حامی ہیں ایک نئی ایجاد یہ کی کہ جب احکام فقہ میں اس کی گنجائش نہیں پائی تو بعض روایات حدیثیہ سے استدلال کرنا شروع کیا۔ اور اس کو نئی ایجاد کئی وجہ سے کہا گیا۔ ایک اس لئے کہ یہ ایک قسم کا اجتہاد ہے جس کا بوجہ فقدان اوصاف اجتہاد ہم کو حق نہیں۔ دوسرے اس لئے کہ وہ روایات ہنوز محتاج توثیق ہیں جس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ تیسرے اس لئے کہ اُن روایات میں خود ایسے قیود ہیں جو مانع

عہ بالفتح الوسط کذا فی القاموس اے المستقیم ۱۲

استدلال میں چونکہ دوام سابق کا بار اثبات مستدلین کے ذمہ ہے اس لئے ہم
اس کے تو منتظر ہی البتہ امر ثالث میں قیود کے ہم مدعی ہیں اس لئے وہ روایت
مع القیود جس کو ایک ثقہ عالم نے سیرت ابن ہشام سے اور اس روایت کے
متعلق ایک درایت روض الانف سے نقل کرکے میرے پاس بھیجی بعینہٖ ان کی عبارت
میں ذکر کرتا ہوں وھی ھذہ۔

یہاں آکر میں نے سیرت ابن ہشام کی مراجعت کی اُس میں یہ عبارت ہے
وان علی الیہود نفقتہم وعلی المسلمین نفقتہم وان بینہم النصر
علی من حارب اہل ہذہ الصحیفۃ الی ان قال وانہ ما کان بین اہل
ہذہ الصحیفۃ من حدث او اشتجار یخاف فسادہ فان مردّہ الی اللہ
عز وجل والی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سیرت ابن
ہشام علی ہامش الروض الانف صـ۱۷/۲)
عہدنامہ کے شروع میں یہ الفاظ ہیں ہذا کتاب من محمد النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بین المومنین والمسلمین من قریش ویثرب ومن
تبعہم فلحق بہم وجاہد معہم انہم امۃ واحدۃ من دون الناس
(صـ۱۶) درمیان میں ہے وان المومنین بعضہم موالی بعض
دون الناس وانہ من تبعنا من الیہود فان لہ النصر والاسوۃ غیر
مظلومین ولا متناصرین علیہم (صـ۱۷) اِن عبارات سے صاف ظاہر
ہے کہ معاہدہ کے دو فریق مسلمین اور یہود ہیں لیکن اول متبوع ثانی بطور تابع
(کما دل علیہ من تبعنا من الیہود) اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بطور ایک حاکم مسلمہ فریقین کے ہیں گویا یہ معاہدہ اُس نوع کا ہے جو اہل
اسلام اور ذمیین میں ہوتا ہے لیکن اُس وقت کے زوال خصوصی کی وجہ سے

ذمیین کے ساتھ بالکل ویسا معاملہ نہیں ہوسکتا تھا جو اُس کے بعد اُن کے حق میں قرار پایا۔ اس لئے سہیلی نے اس جگہ ابو عبید کا یہ جملہ نقل کیا ہے۔ قال ابو عبید فی کتاب الاموال انما کتب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھذا الکتاب قبل ان تفرض الجزیۃ واذ کان الاسلام ضعیفا قال وکان للیھود اذ ذاک نصیب فی المغنم اذا قاتلوا مع المسلمین کما شرط علیھم فی ھذا الکتاب النفقۃ معھم فی الحروب (الروض ص۱۷)

روایت سے ثابت نہیں، یہاں تک مقصود کی تقریر تو ہوگئی۔ اس کے بعد ضمیمہ کے طور پر بمناسبت مقام مسلم لیگ کے ساتھ اتحاد کا حکم بھی لکھتا ہوں خصوص اس وجہ سے بھی کہ بعض حضرات کانگریس کے مفاسد کے جواب میں اکثر اہل مسلم لیگ کے بعض اعمال دینیہ کی کوتاہیاں پیش کرکے بطور الزام کے اُن کوتاہیوں کو اُس کے ساتھ اتحاد کرنے کے جواز سے مانع قرار دیتے ہیں حالانکہ کہاں اصل ایمان کا فقدان کہاں فروع اعمال کا نقصان۔ تو ایک کا قیاس دوسرے پر محض فاسد اور قیاس مع الفارق ہے خصوص جبکہ اس دوسرے نقصان کی اصلاح کی توقع بھی قریب ہو چنانچہ اس کی کوشش شروع بھی ہوگئی ہے (اللہ تعالیٰ سے میں بھی دعا کرتا ہوں اور دوسرے مسلمان بھائیوں سے بھی دعا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو کامیاب فرمادے) پس اس قیاس کے جواب کے لئے اوّل تو اُس کے فساد کا ظہور ہی کافی ہے کما ذکر مگر تبرعاً اس کے متعلق ایک مذہبی روایت بھی شرح سیر سے نقل کرتا ہوں وہی ہذہ۔

وفی شرح السیر ولا باس بان یقاتل المسلمون من اھل العدل مع الخوارج المشرکین من اھل الحرب لانھم یقاتلون الاٰن لدفع فتنۃ الکفر فھذا قتال علی الوجہ المامور بہ وھو اعلاء کلمۃ

مفعول یقاتلون ۱۲

اللہ تعالیٰ بخلاف ما سبق فی القتال ھنالک لاظہار ما ھو مائل عن طریق الحق وھاھنا للاثبات اصل الطریق اھ ص ۲۳۱ ج ۳

اور ظاہر ہے کہ اہل مسلم لیگ کی کوتاہیاں خوارج کی بددینی کے درجہ تک تو نہیں پھر جب کفار کے مقابلہ کے لئے خوارج کے ساتھ اشتراک عمل جائز ہے تو مسلم لیگ کے ساتھ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا پس اس تحریر سے کانگریس اور مسلم لیگ کی حقیقت اور حکم میں صاف فرق ظاہر ہوگیا اگر اس پر بھی کوئی شخص اپنے قیاس فاسد پر اصرار کرے تو تفریحاً و تبرکاً اُس کے سامنے مولانا رومیؒ کا ارشاد ملخصاً پیش کردیا جاوے۔

بود بقالے مر او را طوطئے / خوش نوا و سبز و گویا طوطئے
خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود / بر دکاں طوطی نگہبانی نمود
گربہ برجست ناگہ از دکاں / بہر موشے طوطیک از بیم جاں
جست از صدر دکاں سوئے گریخت / شیشہ ہائے روغن بادام ریخت
از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش / بر دکاں بنشست فارغ خواجہ وش
دید پر روغن دکان و جامہ اش چرب / بر سرش زد گشت طوطی کل ز ضرب
روزکے چندے سخن کوتاہ کرد / مرد بقال از ندامت آہ کرد
بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار / بر دکاں بنشستہ بد نومید وار
با ہزاراں غصہ و غم گشتہ جفت / کائے عجب ایں مرغ کے آید بگفت
ناگہانے جولقیے می گذشت / با سر بے مو چو پشت طاس و طشت
طوطی اندر گفت آمد در زماں / بانگ بروے زد و گفتش اے فلاں
کز چہ اے کل با کلاں آمیختی / تو مگر از شیشہ روغن ریختی
از قیاسش خندہ آمد خلق را / کو چو خود پنداشت صاحب دلق را

امید کہ باوجود مختصر ہونے کے یہ تحریر ان شاء اللہ تعالیٰ طالب منصف کے لئے کافی ہوجاوے گی۔ والعلم المحیط عند اللہ۔ ونسئل توفیقہ وھداہ

کتبہ

اشرف علی لثلث شہر شوال سنہ ۱۳۵۷ھ

العدل مع اھل العدول

(متضمن بر)

تصحیح و تنقیح و توضیح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ کُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ الآیۃ، وقال تعالیٰ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ الآیۃ۔ ان آیتوں میں حکم ہے کہ کسی کی ساتھ اگر اختلاف یا خلاف بھی ہو عدل سے اس حالت میں بھی تجاوز کرنا جائز نہیں نیز بلا دلیل صحیح کوئی دعویٰ کرنا جائز نہیں۔ اس حکم کے تحت میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ کو ڈاک سے میرے پاس ایک صاحب کا خط جس میں کاتب صاحب کا نام اور نشان نہ لکھا تھا مع ایک حصہ نقیب اخبار کے آیا جسمیں مضمون خطاب مسلم لیگ کے متعلق ایک اعتراض تھا اور اصل اعتراض کی ساتھ خط میں بہت سی بدزبانیاں و بدگمانیاں بھی جمع کردی تھیں۔ اعتراض تو مجھ کو الحمد للہ کبھی ناگوار نہیں ہوتا بلکہ اگر اسکی بنار صحیح ہو تو میں اسکو رہنمائی سمجھکر ممنون ہوتا ہوں البتہ اگر اسکی بنار فاسد ہو یا بنار کی صحیح ہوتے ہوئے لہجہ طعن و تشنیع کا ہو وہ طبعاً ضرور گراں ہوتا ہے مگر اس حالت میں بھی صحت بنار کی صورت میں اُسکے جواب بالمثل کو اور فساد بنار کی صورت میں نفس جواب کو فضول سمجھکر نظر انداز کردینے کا معمول ہے۔ البتہ نفس واقعہ کی تحقیق کو تدین کا مقتضا سمجھکر ضروری سمجھتا ہوں چنانچہ اسی اصل پر جو اعتراض اخبار میں بزیر عنوان شدید غلطی لکھا ہے صرف اسکی حقیقت لکھتا ہوں وہ یہ کہ مضمون خطاب مسلم کے دو حصے ہیں ایک خود

میرے قلم کا لکھا ہوا وہ میرے خیالات کا آئینہ ہے یہ حصہ صفحہ ۴ سطر ۵ تک ہے دوسرا حصہ
اسکے بعد سے اخیر تک کا وہ میرے ایک عزیز کا لکھا ہوا ہے چنانچہ حد مشترک پر اس کی تصریح
بھی کردی گئی ہے اس عبارت میں اس اجمال کی تفصیل اپنے بعض اعزہ سے سہل اور
آسان عبارت میں لکھوا کر بھی پیش کرتا ہوں الخ اور جس مضمون پر اعتراض کیا ہے
وہ اس دوسرے حصہ میں ہے۔ سو وہ میرا لکھا ہوا ہی نہیں گو میری فرمائش سے لکھا گیا
ہے مگر ظاہر ہے کہ ایسی فرمائش میں ایک ایک حرف تو بتلایا ہی نہیں جاتا اجمالی عنوان
سے مشورہ دیدیا جاتا ہے پس اسکو حرفاً حرفاً میری طرف منسوب کرنا واقع کے خلاف ہے

پس ضروری جواب تو اس سے ہو گیا مگر میں نے تبرعاً ان عزیز سے بھی دریافت کیا
سو انہوں نے یہ جواب دیا کہ مجھکو جن ذرائع سے اس کا علم ہوا تھا میں انکو موثوق
بہا سمجھا لیکن پھر بھی اس پر اصرار نہیں اگر وہ ذرائع فی الواقع موثوق بہا نہیں
تو اس روایت کے نقل کرنے پر افسوس کرتا ہوں اور آیندہ مزید احتیاط کی جاویگی

یہ ان عزیز کا جواب ہے جو ہر طرح قابل قبول ہے۔ اب صاحب اخبار کو بھی
خیرخواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ جیسا ان عزیز نے حق کو تسلیم کرلیا اسی طرح
صاحب اخبار پر بھی بروئے تدین واجب ہے کہ انہوں نے بھی جو بعضے واقعات
خلاف اصول شرعیہ لکھدیئے ہیں گو بطور نقل ہی سہی وہ انکی تلافی شائع کردیں۔ آگے انکو اپنے فرض
منصبی ادا کرنے نہ کرنیکا اختیار ہے میں نے اپنا حق خیرخواہی ادا کردیا اور کاتب خط صاحب چونکہ اپنے
بیان سے عالم معلوم ہوتے ہیں انکی خدمت میں تو اتنا عرض کرنا بھی غالباً بے ادبی سمجھا جاویگا
اسلئے انکا معاملہ آخرت میں تو حق تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں و در دنیا میں اس عرض پر ختم کرتا ہوں

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی		جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

کتبہ الاحقر اشرف علی التھانوی عفی عنہ

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ

اعلام نافع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی تھانوی عرض نگار ہے کہ مولوی مظہر الدین صاحب مرحوم کے واقعہ کے بعد اخبارات سے برابر معلوم ہوتا رہا کہ مختلف حضرات کے پاس قتل کی دھمکی کے خطوط آرہے ہیں یہ عمل کسی منظم جماعت کا ہے یا افراد کا اسکا تو علم خدا کو ہو مگر جب ہوا چل رہی تھی تو میں اس سے کیسے بچ سکتا تھا چنانچہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۹ء کی ڈاک سے ایک خط جس میں کاتب کا نام و پتہ نہ تھا میرے نام بھی مضمون ذیل کا پہونچا۔ لفافہ پر مہر سونا پور؟ بھن ضلع اعظم گڈھ کے ڈاکخانہ کی ۱۳ اپریل کی ہے اور تھانہ بھون کے ڈاکخانہ کی مہر ۱۵ اپریل کی ہے اور اندر خط میں کاتب نے ۱۵ اپریل لکھی ہے۔ میرا ہی کیا ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ مقدرات بدلا نہیں کرتے لہذا جو ہونیوالا ہے ہو کر رہیگا اور نہ ہونیوالا نہ ہوگا۔ اس لئے اس خط سے بحمد اللہ مجھپر کوئی معتد بہ اثر نہیں ہوا اور نہ اس کے بچنے کیلئے مجھ کو کسی بیان کے شائع کرنے کی ضرورت تھی مگر اس سے مجھے یہ شبہ ہوگیا کہ بعض لوگوں کو مسلم لیگ کے متعلق میرے مسلک کی نسبت کچھ غلط فہمی ہو رہی ہے تو اگر اس خط میں کاتب کا نام و نشان ہوتا تو خصوصیت کی ساتھ تفہیم ممکن تھی اب عام عنوان سے جواب دیتا ہوں۔ ذیل میں اول اس خط کو نقل کرتا ہوں پھر اپنا جواب نقل کرونگا

نقل خط مولوی اشرف علی تھانوی۔ تاریخ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء۔ یہ بات بہت تشویش اور ہمارے لئے شرم کی ہے کہ کانگریس جمعیۃ العلماء احرار اور مومن کانفرنس کی تمام کوششوں کے باوجود مسلم لیگ کا فتنہ ملک میں پھیلتا جاتا ہے اور آپ نے علماء دین کے خلاف مسلم لیگ کے موافق فتویٰ دیا ہے جس سے بہت اثر ہے۔ لیکن اب ہماری پارٹی مسلم لیگ کے مولویوں اور بددین لیڈروں کو مزا چکھانے کیلئے تیار ہو کر میدان میں آگئی ہے اس لئے آپ کو بھی یہ تاکیدی نوٹس دیجاتی ہے کہ

ایک مہینہ کے اندر اندر مسلم لیگ سے اپنا فتویٰ واپس لیلو اور حضرت امیر الہند مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ کا مسلک قبول کرلو اور کانگریس کی حمایت کرو ورنہ یقین اور پورا یقین رکھو کہ مظہر الدین الامان والا کی طرح سے تم کو بھی تمہاری خانقاہ میں چھرے سے ذبح کردیا جائیگا۔ یہ تنبیہہ اور ایماناً اطلاع بھیجی جاتی ہے ایک مہینہ کی مدت غنیمت جاننا ایک مہینہ تمہارے بیان کی انتظاری کرکے ہمارا آدمی روانہ ہوجائیگا جو پستول یا چھرے سے تم کو ختم کردیگا پھر مردود جینا کی باری ہوگی اور بدعتی مولوی احمد بدایونی کی۔ یہ چٹھی کوئی دھمکی نہیں ہے فقط کانگریس زندہ باد اور جمعیۃ العلماء زندہ باد۔

جواب معلوم ہوتا ہے کہ کاتب خط نے میرے اس فتوی میں جو مسلم لیگ کے متعلق ہے جس کا لقب تنظیم المسلمین ہے غور نہیں کیا جس کی وجہ سے بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اسکو مسلم لیگ کی حمایت مطلقہ سمجھ لیا حالانکہ اس میں ذیل کی قیود کی تصریح ہے اوّل اسکو اس جماعت پر ترجیح دی ہے جسمیں غالب عنصر غیر مسلمین کا ہے ملاحظہ ہو تنظیم المسلمین شائع شدہ منجانب دفتر رسالہ النور تھانہ بھون کالم ۲ سطر ۵۔۴ عبارت ذیل سوال کے متعلق جہانتک تفحص بلیغ کی ساتھ تحقیق کیا گیا مذکورہ مسئولہ دونوں جماعتوں میں انکی موجودہ حالت پر نظر کرکے مسلم لیگ کے نقائص کا رفع کرنا سہل ہے اور کانگریس کی اصلاح متعسر بلکہ متعذر ہے الخ دوسری اسلامی منظم وصاحب قوت وصاحب اثر جماعتوں پر اگر موجود ہوں ترجیح نہیں دی تھی تنظیم المسلمین میں اسکی بھی تصریح ہے ملاحظہ ہو کالم ۳ سطر ۳ عبارت ذیل۔ اور بالفرض اگر مسلم لیگ کی اصلاح کے قبل یا بعد اور کوئی جماعت مسلمہ منظم صاحب قوت وصاحب اثر تیار ہوجاوے اس صورت میں مسلم لیگ اور وہ جماعت دونوں اتحاد و اشتراک کیساتھ کام کریں

تا کہ مسلمانوں میں افتراق و تشتت نہ ہو الخ دوسرے اس میں مسلم لیگ کے نقائص کو تسلیم کرکے اسکی اصلاح کا سب کو خصوص علماء کو مشورہ دیا ہے ملاحظہ ہو کالم ۳ سطر ۹ عبارت ذیل۔ پھر اُن میں جو اہل قوت و اہل اثر ہیں ان کو اپنی قوت و اثر سے اس کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہیئے اور جو اہل قوت نہیں وہ اہل قوت کو وقتاً فوقتاً یاددہانی کرکے تقاضے کیساتھ اُن سے اصلاح مطلوب کی درخواست کرتے رہیں اور اصلاح کے طریقوں میں علماء محققین سے مدد لیتے رہیں الخ اور خود بھی اس کی اصلاح کا برابر سلسلہ رکھتا ہوں چنانچہ عام رسائل بھی اور خاص ذمہ داروں کے نام خطوط بھی جاتے رہتے ہیں۔ ابھی لیگ کے اجلاس پٹنہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کا ایک مختصر وفد اسی کام کیلئے بھیجا پھر ۱۲ر فروری ۳۸ء کو چند عزیزوں کو اسی کام کیلئے دہلی روانہ کیا۔ غرض جتنا مجھ سے ہو سکتا ہو لیگ کے ذمہ دار حضرات کو برابر دین کی تبلیغ کر رہا ہوں اگر میری ساتھ سب مسلمان خصوص علماء بھی مکر ان حضرات پر زور دیتے اور ان کو نماز روزہ اور وضع اسلامی اور تمام دینی شعائر کی پابندی پر مجبور کرتے تو اب تک مسلم لیگ حقیقی معنی میں مسلم لیگ ہو جاتی ہاں یہ ضرور ہے کہ میں نے ان حضرات سے آویزش کو مناسب نہیں سمجھا کہ جلسے کرتا اور ان کے مقابلہ میں اُن کی کوتاہیوں کو برملا بیان کرواتا کہ اسکو میں مُضر سمجھتا ہوں اس طریقہ سے دوسرے کو ضد ہو جاتی ہے جو طریقہ میں نے اختیار کیا وہ دیرطلب ضرور ہے مگر اس کا اثر انشاء اللہ دیرپا ہوگا۔ پھر ان احتیاطوں کیساتھ میں نے وہ فتویٰ قبل اشاعت اپنی دیوبندی جماعت کے علماء کو بھی دکھلا لیا تھا جسکی پسندیدگی پر سبنے اتفاق کیا تھا۔ جیسا کہ تنظیم المسلمین مذکور کے کالم ۳ سطر ۳۵ نوٹ نمبر (۱) میں اسیوقت اسکا اظہار بھی کر دیا گیا تھا مگر میں نے اسوقت اس میں اُن حضرات کا

ام ظاہر نہیں کیا تھا کہ شاید وہ اپنی مصلحت کے خلاف سمجھیں صرف فیما بینی و بین اللہ
اُن سے اپنا اطمینان کر لیا تھا چنانچہ ان میں سے بعض صاحبوں کی تصدیق کے بعض اقتباس
یہ ہیں حضرت مد ظلہم کا مضمون اصول و قواعد کی روشنی میں نہایت مُطرد و منعکس اور
جملہ شقوق و احتمالات پر حاوی ہونیکے لحاظ سے قریب بحصر عقلی ہے نیز اصل موضوع لٹ
لہجہ اور طرز ادا کے اعتبار سے نہایت معتدل واقع ہوا ہے کافی تحقیق و تفتیش احوال کے بعد بلا
خوف لومۃ لائم نہایت محتاط طریقہ سے جس امر کا اظہار فرمایا ہے انصافاً اُس سے انحراف
انکار کی گنجائش نہیں بہرحال حضرت والا دامت برکاتہم کا مضمون میرے نزدیک اہل اسلام خصوصاً اہل علم کیلئے ایک
بصیرت عطا کرتا ہے اور اسکی اشاعت بھی مناسب ہے، الخ یہ ہے واقعہ مگر میں اب بھی اسپر آمادہ ہوں
کہ اگر علماء اس کارروائی کے خلاف شرع ہونیکا فتوی حاصل کر کے مجھکو اطلاع کر دیجاوے
تو اسمیں انصاف اور تدین سے غور کر کے شرح صدر کے بعد اپنے فتوی سے رجوع کرونگا جیسا کہ میرا
ہمیشہ سے معمول رہا ہے رسالہ ترجیح الراجح کا سلسلہ اسکی دلیل ہے اور یہی کلام ہے کانگریس
کی حمایت میں جسکو میں اب تک بحالت موجودہ اسلام اور اہل اسلام کیلئے سخت مضر سمجھتا ہوں
لیکن اگر دلیل شرعی اسکے خلاف واضح ہو جاوے میں اپنی رائے بدلنے کیلئے تیار ہوں اور
یہی صحیح طریقہ بھی ہے کسی کی غلطی پر مطلع کرنیکا۔ باقی اگر تخویف سے کسی نے اپنے ضمیر کے
خلاف کوئی رائے بھی ظاہر کر دی یہ عقلاً بھی مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر شخص سمجھیگا کہ یہ
اسکے دل سے نہیں تو اس سے مقصود بھی حاصل نہ ہوگا اس لئے یہ طریقہ محض عبث اور عقل
و شرع دونوں کے خلاف ہے یہ سب تفتیح اسوقت ہے جب حقیقت کو سمجھنا اور حق کا اتباع
کرنا مقصود ہو اور اگر یہ نہیں تو پھر بجز قیامت کے دن کے اُس کے فیصلہ کی کوئی صورت
نہیں۔ باقی میں اس پر قادر نہیں کہ محض مخلوق کے راضی کرنے کے لئے
حق تعالے کو ناراض کر دوں اور دنیا کے متاع قلیل کے لئے آخرت کے نفع و
ضرر کو نظر انداز کر دوں والسلام واللہ الہادی الی سواء السبیل۔

جمعیۃ علماء ہند کے دعوت نامہ ۱۹۳۹ء پر حضرت اقدس کا جواب

۱۹۳۹ء میں جمعیۃ العلماء ہند کا جو اجلاس دہلی میں ہوا تھا۔ اس کا دعوت نامہ حضرت رح کی خدمت عالیہ میں بھی آیا تھا۔ اور اُس دعوت نامہ کے ساتھ ناظم صاحب کا ایک خط بھی تھا۔ حضرت رح نے اسکا خود جواب عنایت فرمایا تھا۔ اور اسکی نقل رکھ لینے کو مجھے حکم دیا تھا چنانچہ ناظم صاحب جمعیۃ کا اصل خط اور حضرت کے جواب کی نقل میرے پاس محفوظ ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے حضرت رح کا مسلک اچھی طرح واضح ہو جائیگا۔ اور وہی آجتک ہمارا مسلک ہے۔ والسلام۔ شمس شبیر علی عفی عنہ

الجمعیۃ المرکزیۃ العلماء الہند بازار نیا راں دہلی نمبر ۳۲

حضرت اقدس زاد اللہ مجدکم۔ السلام علیکم۔ دعوت نامہ ارسال خدمت ہے۔ اگر سفر کا تحمل نہ ہو تو حضرت کسی کو بطور نمائندہ روانہ فرما دیں۔ معاملات کی اہمیت حضور کے پیش نظر ہو۔

من بدکم الاحقر الفقیر احمد سعید کان اللہ لہ۔ ۲۶ فروری ۱۹۳۹ء

جواب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکا دعوت نامہ آیا میرا عذر سفر تو آپکو معلوم ہی ہے اسلئے خود تو حاضری سے قاصر ہوں۔ اگر دعوت نامہ کچھ پہلے آتا تو ممکن تھا کہ اسکے متعلق کچھ خط و کتابت کر کے کسی کو بھیجنے کا انتظام کرتا۔ اب عین وقت پر اسکا انتظام بھی مشکل ہے۔ اسلئے شرعی حیثیت سے صرف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں جسکے متعلق مولانا کفایت اللہ صاحب سے زبانی گفتگو بھی ہو چکی ہے اور اب تو واقعات نے مجھکو اس مسئلہ پر بہت ہی پختہ کر دیا۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا خصوصاً حضرات علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک غیر مناسب ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا نہایت ضروری ہے۔ علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہیئے۔ اگر انکی تنظیم خالص دینی اصول پر ہو۔ مسلمانوں کا کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک انکی دینی موت کا مترادف ہے۔ والسلام اشرف علی

دفع بعض الشبہات علی السیاسیات من الآیات

حامدًا ومصلیًا۔ اس وقت عام طور سے علماء حق پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ سیاسیات حاضرہ میں مسلمانوں کی قیادت کیوں نہیں کرتے۔ اور اس کی بناء ایک غلط مقدمہ ہے وہ یہ کہ سیاسیات ایک حصہ ہے شریعت کا تو علماء شرائع کو ماہر سیاسیات ہونا ضروری ہے۔ سو خود اس مقدمہ میں معترضین کو ایک غلط ہو گیا ہے وہ یہ کہ سیاسیات کے دو حصے ہیں ایک سیاسیات کے احکام شرعیہ یہ بیشک شریعت کا جزو ہے اور کوئی عالم اس سے ناواقف نہیں چنانچہ ابواب فقہیہ میں سے کتاب السیر ایک مستقل اور مبسوط جزو ہے جس کی درس تدریس پر دوام والتزام ہے اور دوسرا حصہ سیاسیات کا اُس کی تدابیر تجربیہ ہیں جو ہر زمانہ میں حالات و اوقات اور آلات وغیرہ کے تغیر و تبدل سے بدلتی رہتی ہیں اور یہ حصہ شریعت کا جزو نہیں اور علماء کا اس میں ماہر ہونا ضروری نہیں اگر اس میں کوئی عالم ماہر ہو اُس کی مہارت کے دوسرے ذرائع ہیں جنکا حاصل تجربہ و مناسبت خاصہ ہے لیکن اوپر جو عرض کیا گیا کہ سیاسیات کا یہ حصہ یعنی تدابیر تجربیہ شریعت کا جزو نہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ حصہ شریعت سے مستغنی ہے اور اُس کے استعمال کرنیوالوں کو علمائے شریعت کی طرف رجوع کرنیکی حاجت نہیں۔ اگر کسی کا ایسا خیال ہو محض غلط ہے۔ کوئی واقعہ اور کوئی عمل اور کوئی تجویز اور کوئی رائے دنیا میں ایسی نہیں جس کے جواز وعدم جواز میں شریعت سے تحقیق کرنیکی ضرورت نہ ہو گو وہ شریعت کا جزو نہ ہو تو جزو نہ ہونے سے تابع نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے فن طب میں سیاسیات بدنیہ یعنی اصلاح احوال بدن کی تدابیر مدون کی گئی ہیں اور مطب میں ان ہی تدابیر کی مشق کرائی جاتی ہے مگر علماء شرائع کیلئے ان تدابیر میں ماہر ہونا کسی کے نزدیک بھی لازم نہیں اور نہ یہ عدم مہارت اُن کے حق میں نقص ہے البتہ اُن تدابیر کے جواز و عدم جواز شرعی کی تحقیق اُن کا فرض منصبی سمجھا جاتا

ہے پس جو معاملہ سیاسیات بدنیہ بالبا یعنی طب کے ساتھ بلا نکیر کیا جاتا ہے کہ حاملان تدابیر طبیہ کی جدا جماعت سمجھی جاتی ہے اور حاملان احکام شرعیہ یعنی اُن تدابیر کے جواز و عدم جواز کی تحقیق کی جدا جماعت سمجھی جاتی ہے۔ دوسری جماعت کو پہلی جماعت کے فرائض پر مجبور نہیں کیا جاتا اور نہ اُن فرائض سے بے خبری کو اُن کے حق میں نقص سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح سیاست مدنیہ بالمیم یعنی نظام ملکی کے ساتھ معاملہ کرنا لازم ہے کہ تدابیر نظام کی جدا جماعت سمجھی جاوے اور ان تدابیر کے شرعی احکام کی جدا جماعت سمجھی جاوے اور دوسری جماعت کو پہلی جماعت کے فرائض پر مجبور نہ کیا جاوے اور نہ ان فرائض کے علم و عمل کے فقدان کو اُن کے حق میں نقص سمجھا جاوے اور طریق عمل میں دونوں جماعتوں کے فرائض کو اس طرح جمع کیا جاوے کہ پہلی جماعت سے تدابیر کی تحقیق کریں اور دوسری جماعت سے احکام شرعیہ کی۔ اسی طرح جہاں نظام مذکور فرض ہو جاوے خود دوسری جماعت بھی پہلی جماعت سے تدابیر دریافت کریں اور بشرط جواز شرعی اُن پر عمل کریں اور پہلی جماعت دوسری جماعت سے جواز و عدم جواز کی تحقیق کریں اور بعد ثبوت جواز اُن پر عمل کریں۔ کما اسیاتی فی الاسند لال الآتی من ارشاد الملوک من

الانبیاء علیہم السلام واطاعتہم لہم وارشادہم للملوک وموافقتہم لہم فی النظام۔

یعنی ہیں دونوں جماعت سے کام لینے کے اور دونوں جماعت کے بالاتفاق کام کرنے کے۔ البتہ[1] اگر کسی وقت کوئی جماعت اہل سیاست کی ایسی نہ ہو کہ علماء سے احکام پوچھ کر عمل کیا کریں جیسا اس وقت غالب ہے، تو اس وقت علماء ایسی جماعت کے پیدا ہونے کے منتظر نہ رہیں ورنہ محبان دنیا دینی مقاصد کو تباہ کر دیں گے بلکہ وہ خود اپنے میں سے ایسی جماعت بنا دیں جو علماً و عملاً سیاست و شریعت کے جامع ہوں۔ مگر یہ حکم کچھ سیاست مدنیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سیاست بدنیہ یعنی طب بلکہ اسباب معاش میں سے جتنے فرض کفایہ ہیں مثل تجارت و زراعت سب کا یہی حکم ہوگا۔ البتہ جس چیز کا ضرر دین میں قریب ہو جس میں

---

[1] یہ مضمون البتہ سے استطاعت کا بھی ہے تک بعد میں بڑھایا گیا ہے ۱۲

ل اصلاحی کا وجوب ایسی چیز میں مخل اصلاحی کے وجوب اقوی و اکد ہوگا جس کا ضرر دین
ب قریب اشد ہو۔ اور ان سب مقاصد کی اصلاح کے لئے خصوص حفاظت دین کے لئے
ستطاعت کا انتظام کرنا ہر حال میں مشروط ہوگا استطاعت کے ساتھ یہ تو ایک تحقیق کلی
ہے اس سے آگے کچھ جزئیات ہیں جن میں کلام کچھ متفق علیہ کچھ مختلف فیہ اپنے محل میں
مبسوط و مضبوط ہے اُن میں ایک مسئلہ استطاعت کا بھی ہے اور یہ مسئلہ یعنی عدم
دوم علم بالانتظام لعلم الاحکام ہر چند کہ بدیہی جلی ہے اور اگر خفی بھی ہوتا تب بھی بطور مثال
ہ تنبیہ کے بعد جلی ہو گیا اور اس بداہت کے سبب محتاج اثبات بالدلیل نہیں
گر میں تبرعاً بعض آیات سے اُس کو زیادہ منور کئے دیتا ہوں وہ آیات سورۂ بقرہ کی
ہیں۔ الم تر الی الملا من بنی اسرائیل من بعد موسی الی قولہ فلما فصل طالوت
بالجنود قال ان اللہ مبتلیکم بنھر الخ جن کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
وفات کے قریب بعد (کما نقلہ اہل السیر) قوم جالوت کے زمانہ تسلط سے
تنگ آ کر بنی اسرائیل کے ممتاز لوگوں نے اپنے ایک نبی سے (جن کا نام شمویل ہے) عرض کیا
ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے ہم اُس کے ساتھ (لشکر قوم جالوت سے) جہاد کریں گے تفصیلی
گفتگو کے بعد جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا اخیر قصہ
یہ ہے کہ طالوت لشکر کو لیکر چلے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارا ایک نہر سے امتحان کرنے والے
آخر بجز جالوت کے قتل پر اور حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت و سلطنت عطا ہونے پر قصہ
ختم ہو گیا) ان آیتوں سے اثبات مدعا کی تقریر یہ ہے کہ قرآن مجید میں نص ہے کہ بنی اسرائیل
باوجود ان میں ایک نبی کے موجود ہونے کے خواہ اُن کا نام یوشع ہو کما قالہ قتادۃ یا شمعون
کما قالہ السدی یا شمویل ہو کما علیہ الاکثر بہر حال اذ قالوا لنبی لھم میں اُن کا نبی
مصرح ہے اُن نبی سے یہ نہیں کہا کہ آپ ہمارے قائد بنئے بلکہ اس مقصود کیلئے ایک
مستقل بادشاہ مقرر کرنیکی درخواست کی سو اگر نبی کو کافی سمجھے جاتے تو ایسی درخواست کیوں

کی جاتی اور اگر شبہ ہو کہ یہ بنی اسرائیل کی غلطی تھی تو اس غلطی پر اُن نبی نے متنبہ کیوں نہیں
فرمایا کہ میں کافی ہوں بلکہ بادشاہ مقرر کر کے انتظام شروع فرما دیا اور اگر کوئی جسارت کر کے
یہ کہنے لگے کہ اُن نبی سے بھی لغزش ہو گئی تو پھر اللہ نے اس غلطی پر تنبیہ کیوں نہیں فرمائی بلکہ
اُس درخواست کو بلا نکیر قبول فرما لیا اس سے صاف معلوم ہوا کہ خود ہر نبی کے لئے بھی
سیاسیات میں تجربہ و مناسبت لوازم میں سے نہیں تا بہ دیگراں از علماء و مشائخ
چہ رسد پس مدعا بحمد اللہ باصرح واوضح وجوہ ثابت ہو گیا بلکہ مفسرین کی نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ
بنی اسرائیل کیلئے سنۃ اللہ زیادہ یہی رہی کہ کان قوام امرھم بالملوک وھم کانوا یطیعون
الانبیاء کذا فی التفسیر المظہری تحت قولہ تعالیٰ ابعث لنا ملکا و کثیر من التفاسیر و فی
المظہری ایضا قولہ اتاہ اللہ الملک جمع اللہ تعالیٰ لہ الامرین ولم یجتمعا قبل ذلک بل کان
الملک فی سبط والنبوۃ فی سبط اھ اور طالوت کے باب میں جو بسطۃ فی العلم والجسم آیا ہے
اُس کی تفسیر میں معرفۃ الامور السیاسیۃ وجسامۃ البدن منقول ہے کذا فی روح المعانی۔
لیکن اس سنت کی اگر کثرت بھی نہ ہو ایک ہی نبی کے تجربہ و مناسبت فی السیاسۃ کی نفی بھی اثبات
مدعا کیلئے کافی ہے کیونکہ کسی نبی میں کسی نقص کا ہونا جائز نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ ایسے تجربہ و
مناسبت کا نہ ہونا نقص نہیں وھو المطلوب۔ اگر شبہ کیا جائے کہ بعض اقوال پر طالوت
بھی نبی تھے۔ کما فی التفسیر المظہری بتحت قولہ تعالیٰ بسطۃ فی العلم قیل اتاہ الوحی
حین اوتی الملک وفیہ ایضا تحت قولہ تعالیٰ قال ان اللہ مبتلیکم اما بوحی اللہ تعالیٰ
ان کان نبیا او اما بارشاد نبیہم تو نبی کے ہوتے ہوئے غیر نبی کا انتخاب ثابت نہ ہوا جواب یہ ہے کہ
ہمارا مدعا اس پر موقوف نہیں بلکہ نبی کے موجود ہوتے ہوئے اُن سے یہ کام نہ لینا اثبات مدعا
کیلئے کہ کمال نبوت کیلئے کمال سیاسی لازم نہیں کافی ہے۔ اب ایک ضعیف سا استبعاد رہ گیا
جس کا درجہ محض ایک وحشت عنوانیہ سے زیادہ نہیں جس کا منشا ذہن میں عرف عامیانہ کا
استیلاء ہے حقیقت کچھ نہ ہو وہ یہ کہ امور سیاسیہ کا علم بوجہ اپنے آثار نافعہ کے کمال ہے

تو اس کا فقدان نقص ہو گا پھر حضرات انبیاء و ورثۃ الانبیاء کیلئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ اگر یہ نقص ہوتا تو انبیاء کیلئے کیسے تجویز کیا جاتا اور راز اسکی یہ ہے کہ کمال اور نقص متناقض نہیں کہ کمال کا رفع نقص کے وضع کو مستلزم ہو بلکہ متضاد ہیں دونوں کا رفع اور درمیان میں واسطہ کا ہونا جائز ہے چنانچہ بعثت عامہ کمال ہے مگر اسکا عدم بھی نقص نہیں ورنہ بجز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع انبیاء کا نقص لازم آویگا۔ نعوذ باللہ منہ۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود کمال جامعیت اور سیاست میں بھی ماہر ہونے کے غزوۂ احزاب میں حفر خندق کی تدبیر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوئی کما فی کتب الحدیث والسیر فی حاشیۃ الکشمیھنی علی البخاری باب التحریض علی القتال علی قولہ خرج الی الخندق برعزھہ۔ ولم یکن اتخاذ الخندق من شان العرب ولکنہ من مکائد الفرس اشار بہ سلمان الفارسی قال یا رسول اللہ کنا بفارس اذا حوصرنا خندقنا علینا فامر بحفرہ وعمل فیہ بنفسہ ترغیبا للمسلمین اھ۔

وقصۂ تابیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انتم اعلم بامور دنیاکم ایسے ہی تجارب پر محمول ہے اور راز اسکا یہ ہے کہ ایسی تجارب تدابیر اپنی ذات میں دنیوی امور ہیں گو مباح ہوں عارض سے دین ہو جانے میں اسلئے انکا نہ جاننا کسی درجہ میں کمال مقصود میں قادح نہیں سو لنختم المقالۃ علی دعاء الوقایۃ عن الضلالۃ فی کل حالۃ۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ

تنبیہ ضروری: مضمون بالا میں جو بعض حالات میں علماء کو سیاست میں حصہ لینے کا مشورہ دیا گیا ہے اس سے مراد وہ صورت نہ سمجھی جاوے جو اس وقت بعض علماء نے اختیار کی ہے اس سے دین کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ اصول شرعیہ و تجربہ سے اسکا بھی ایک خاص طریق ہے جس کے نافع ہونے کی امید غالب قریب بہ یقین ہے اور وہ خاص طریق ایک عزیز کی تحریر میں نظر پڑا مفید سمجھکر اسکو بالفاظہا نقل کرتا ہوں۔ یکم رجب ۱۳۵۹ھ ـــ بعد الحمد والصلوٰۃ اس پر بھی نظر ضروری ہے کہ زمانہ موجودہ میں ہندوستان میں جو سیاست جاری ہے اور بعض علماء اس میں بحیثیت لیڈر کے حصہ لے رہے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے۔ سو ہندوستان میں موجودہ سیاست کا حاصل یہ ہے کہ گورنمنٹ سے

قانون کے ماتحت رہ کر اپنے حقوق کی حفاظت کی جائے کیونکہ ہندوستانی ابھی اپنے اندر
اتنی طاقت نہیں پاتے کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد وہ اپنی حفاظت بیرونی حملوں سے
کرسکیں اسی لئے سب سیاسی جماعتیں زبان سے آزادی کامل کا مطالبہ کرتی مگر عمل کے وقت
معلوم ہوتا ہے کہ سب زیر سایہ برطانیہ آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں لہذا موجودہ سیاست
کے لئے ضروری ہوا کہ گورنمنٹ کے تمام قوانین پر بھی عبور ہو اور انگریزوں کی طبیعت اور
مزاج سے بھی پوری واقفیت ہو اور یہ بات پیدا ہوتی ہے اُن میں گھل مل کر رہنے سے اور
ظاہر ہے کہ علماء ان سب باتوں سے ناواقف ہیں تو یہ اگر سیاست میں بحیثیت لیڈر کام
کریں گے تو ان کی ناواقفی کے سبب مسلمانوں کو بجائے نفع کے نقصان پہنچے گا۔ پھر تجربہ
اس پر بھی شاہد ہے کہ عام سیاسی لیڈر مصالح ملکی کو دین پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور جب
مصلحت اور مذہب میں تعارض ہوتا ہے تو مذہب میں بعید سے بعید تاویل کرنے میں دریغ
نہیں کرتے چنانچہ علماء مذکورین بھی اس میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ان کی تاویل چونکہ برنگ دین
ہوتی ہے اس لئے وہ عام مسلمانوں کو زیادہ غلطی میں مبتلا کرتی ہے۔ لہذا اس وقت طریق کار
یہ مفید ہوسکتا ہے کہ سیاسی جماعت علیحدہ ہو اور مذہبی علیحدہ۔ اور مذہبی جماعت اپنا اصلی
کام تبلیغ کا اس طرح انجام دے کہ مسلمانوں کی سیاسی جماعت کی نگرانی کرے کہ سیاسی جماعت
مسلمانوں کے حقوق کا گورنمنٹ سے مطالبہ کرتے وقت شریعت کے خلاف عمل نہ کر بیٹھے اور
چونکہ موجودہ زمانہ میں سیاسی جماعت مذہبی جماعت سے پوچھ کر عمل کرنے کی عادی نہیں ہے
اس لئے علماء کے ذمہ تھا کہ خود اس جماعت کے پاس پہنچتے اور احسن طریق سے تبلیغ کرتے
ہیں مگر افسوس ہے کہ بجائے اس کے یہ ہو رہا ہے کہ علماء مسلمانوں کی مخالف جماعت میں داخل
ہو کر مسلم جماعت کے لیڈروں کا مقابلہ کرتے ہیں جس سے ان لیڈروں کو بھی علماء کا مقابلہ
کرنے کی جرأت ہوتی ہے اگر علماء اپنا اصلی کام تبلیغ ہی رکھتے اور اصل سیاست یہی تھی
کہ مسلمانوں کو سچا مسلمان بنادیا جائے تو آج جس وقار اور عظمت کے کھوتے علماء

شکایت فرشتہ ہیں، اس عظمت اور وقار میں چار چاند لگ جاتے اور ثواب آخرت تبلیغ کا اور
حفاظتِ دین کا مزید برآں۔ لہٰذا اس زمانہ میں موجودہ طریقہ پر علماء کا سیاسی لیڈری کی حیثیت
سے سیاست میں شریک ہونا میرے نزدیک سخت مضر ہو رہا ہے جیسا عرض کیا گیا کہ اس
طرز میں لیڈروں کو مقابلہ کا موقع دینے سے علماء کی وقعت اور عظمت مسلمانوں کے دلوں
سے نکلی جارہی ہے جو مسلمانوں کے دین کو بچنے کے لئے مضر ہو رہی ہے اور اگر یہ حضرات تبلیغ
فرماکر لیڈروں کو سنبھالتے تو اس طرز میں شرعی طریقہ پر ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق
کی حفاظت بھی ہوتی اور علماء کی عظمت بھی بڑھتی اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہوتا۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

تم التنبیہ وھو کضمیمۃ رسالۃ دفع بعض الشبہات

اضافہ بر رسالہ دفع الشبہات عن السیاسیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل سی و ششم متعلق بعض مقامات رسالہ دفع بعض الشبہات عن السیاسیات

(میرا یہ رسالہ الفرقان بریلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ میں مع شرح بعض مقامات کے
شائع ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ میرے رسالہ میں ایک احتمال کا حکم صراحۃً ذکر کرنے سے رہ گیا
چونکہ وہ شرح میرے اعتقاد کے موافق ہے اس لئے میں اس کو ملحق رسالہ میں اب بڑھائے
دیتا ہوں، اور اس کے ساتھ بعض حواشی نظر ثانی کے لکھے دیتا ہوں، اور شائقین بسط الفرقان
میں ملاحظہ فرمائیں اور اس اضافہ کا موقع رسالہ کے اس عبارت کے بعد ہے۔ یہی معنی ہیں
دونوں جماعتوں سے کام لینے کے اور دونوں جماعتوں کے بالاتفاق کام کرنے کے، وہ انتہا
ہے۔ البتہ اگر کسی وقت کوئی جماعت اہل سیاست کی ایسی نہ ہو کہ علماء سے احکام پوچھ کر
عمل کیا کریں جیسا اس وقت غالب ہے تو اس وقت علماء ایسی جماعت کے پیدا ہونے کے

منتظر نہ رہیں ورنہ محبان دنیا دینی مقاصد کو تباہ کر دیں گے بلکہ وہ خود اپنے میں سے ایسی جماعت بناویں جو علماً و عملاً سیاست و شریعت کے جامع ہوں مگر یہ حکم کچھ سیاستِ مدنیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سیاستِ بدنیہ یعنی طب بلکہ اسباب جائز ہیں سب جتنے فرض کفایہ ہیں مثل تجارت و زراعت سب کا یہی حکم ہوگا۔ البتہ جس چیز کا ضرر دین میں قریب ہو اُس میں دخل اصلاحی کا وجوب ایسی چیز میں دخل اصلاحی کے وجوب سے اقوی و آکد ہوگا جس کا ضرر دین میں قریب نہ ہو۔ اور ان سب مقاصد کے اصلاح کے لیے خصوص حفاظتِ دین کے لیے جماعت کا انتظام کرنا ہر حال میں مشروط ہوگا استطاعت کی ساتھ۔ یہ تو ایک تحقیق کلی ہے اس سے آگے کچھ جزئیات ہیں جن میں کلام ہے کچھ متفق علیہ کچھ مختلف فیہ اپنے محل میں مبسوط و مضبوط ہے اُن میں ایک مسئلہ استطاعت کا بھی ہے۔ یہ اضافہ ختم ہوا آگے عبارتِ سابقہ بعینہا باقی ہے۔ اور یہ مسئلہ الی آخر الرسالہ۔

ملفوظ بمقام لکھنؤ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

ایک تذکرہ پر فرمایا میں نے جو اعلان شائع کیا اس میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے مگر صاف طور پر لکھدیا ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں قابلِ اصلاح بلکہ واجب الاصلاح ہیں۔ ہاں مسلم لیگ نسبۃً کانگریس سے اچھی اور بہت اچھی ہے۔ لہذا اس میں اصلاح اور درستی کی نیت سے شریک ہونا چاہیے۔ میں کانگریس کو اندھے کے مشابہ سمجھتا ہوں اور مسلم لیگ کو کانے کی مشابہ۔ اور ظاہر ہے کہ اندھے پر کانے کو ترجیح ہوگی۔ مثلاً اگر کسی نوکر رکھنے کی ضرورت ہو اور اتفاقاً دو نوکر ملیں ایک اندھا ایک کانا تو فرمائیے وہ کسکو نوکر رکھیگا اندھے کو یا کانے کو۔ یقیناً کانے ہی کو ملازم رکھیگا بس اسی بناء پر میں مسلم لیگ کا حامی ہوں۔ جس زمانہ میں کانگریس مسلم لیگ سے مفاہمت کی گفتگو کر رہی تھی میں نے ایک خط مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کو اس مضمون کا لکھا تھا کہ مفاہمت میں چونکہ مسلمانوں کے امور دینیہ کی حفاظت نہایت اہم اور بہت ضروری ہے اس لئے شرعیات میں آپ اپنی رائے کا بالکل دخل نہ دیں بلکہ علمائے محققین سے پوچھکر عمل فرمائیں۔ انھوں نے نہایت شرافت تہذیب سے جواب لکھا اور اطمینان دلایا کہ آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا جاوے گا۔

مجلس دعوة الحق

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ مخلصین کی ایک جماعت ہے جسکے انعقاد کا داعیہ ہندوستان کی فضا دیکھکر مسلمانوں کی فلاح دینی و دنیوی کی غرض سے بعض اہل اللہ کے قلوب میں پیدا ہوا ہے اس کے مقاصد حسب ذیل ہیں:۔ (الف) تنظیم المسلمین و تعلیم المسلمین میں جو عوام و خواص کو تنظیم و تبلیغ کی ہدایت کی گئی ہے اس کے لئے ایک مرکز قائم کرنا جس کا محل بھی زیر غور ہے اور تنظیم و تبلیغ کو وسیع پیمانہ پر ہندوستان میں پھیلانا (ب) مسلم لیگ کے لیڈروں کی دینداری کی طرف متوجہ کرنا کیونکہ مسلم لیگ کو اس وقت مسلمانوں میں بڑی حد تک مرکزی شان حاصل ہے اگر لیڈروں کی اصلاح ہو گئی تو بہت کچھ عوام کی اصلاح متوقع ہے (ج) مسلم لیگ کی مجالس عاملہ کے ارکان کے پاس اُن کے جلسوں میں بالخاص اوقات میں چند مخلصین کا وفد بھیجتے رہنا جو یہ بات اُن کے ذہن نشین کر دے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ اتباع احکام الٰہیہ سے ہی کامیابی اور ترقی حاصل ہوئی ہے۔ محض اسباب ظاہرہ یا دیگر اقوام جیسا مزاج مسلمانوں کیلئے ہرگز کافی نہیں (د) مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو شعائر اسلامیہ کی پابندی کی تبلیغ کرنا اور اُن سے درخواست کرنا مسلم لیگ کے ہر ممبر پر قانونی طور سے شعائر اسلامیہ کی پابندی کو لازم کیا جائے کہ اس پر کامیابی موقوف ہے اور قلوب اہل اسلام کا انجذاب بھی اسی سے ہوگا جو تنظیم کی بنیاد ہے۔

ان مقاصد کیلئے سب سے پہلے سرمایہ کی ضرورت ہے اس کی صورت یہ تجویز کی گئی ہے کہ اس کیلئے صرف خاص خاص حضرات سے چندہ کیا جائے عام چندہ کی تحریک کی جائے۔ کام شروع کرنے کیلئے کم از کم دو سو روپیہ ماہوار کی ضرورت ہے سہولت کیلئے اسکے بیس حصے کر دیئے گئے ہیں۔ فی حصہ دس روپیہ امید ہے کہ خاص خاص احباب میں بیس حضرات ایسے مل جائیں گے جن میں ہر شخص ایک حصہ کا یعنی دس روپیہ ماہوار کا ذمہ لے لے۔ ایک شخص چند حصے بھی لے سکتا ہے۔ اسی طرح کئی شخص ملکر ایک حصہ بھی لے سکتے ہیں مگر ان سب کی طرف سے ذمہ دار ایک ہی شخص ہوگا۔ اور اگر کسی حصہ کی پابندی میں خلجان ہو تو وہ متفرق طور پر بھی جتنا چاہیں دے سکتے ہیں۔ ارادہ ہے کہ شوال المکرم ۱۳۵۷ھ سے اس کام کو انشاء اللہ تعالیٰ باقاعدہ شروع کر دیا جائے درد مندان اسلام کو اس طرف توجہ فرمانا چاہیے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ (نوٹ) اگر کوئی صاحب زکوٰۃ کی رقم اس مد میں دینا چاہیں تو اس کی اطلاع ضرور کر دیں تاکہ تملیک شرعی کے بعد اس کو صرف کیا جائے۔

الداعی احقر محمد شبیر علی خادم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

(تصدیق) مجھ کو اس مجلس کے اصول و مقاصد کے کل جزئیات پر اتفاق ہے بلکہ میرا دل چاہتا ہے کہ اس کام کو جلد اجلد کیا جائے میں نے بھی اس مجلس کے ایک حصہ کا یعنی دس روپیہ ماہوار کا وعدہ کیا ہے اور اس کی کامیابی کیلئے دل سے دعا بھی کرتا ہوں والسلام

احقر اشرف علی تھانوی عفی عنہ بقلم خود ۱۰ رمضان ۱۳۵۷ھ

مسلم لیگ کے دعوتی خط پر

حضرت حکیم الامتؒ کا جواب

منقول از الافاضات الیومیہ

وفات سے صرف تین ماہ قبل بھی جبکہ ضعف و مرض کی کافی شدت تھی مسلم لیگ کی پوری پوری رہبری فرماگئے۔ اور بالکل اسلامی نظریہ کے مطابق اس کی سرپرستی ہوئی کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا گذشتہ سالانہ اجلاس ۲۴-۲۶ر اپریل ۱۹۴۳ء بمقام دہلی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر منعقد ہوا تھا اس کی اطلاع دیکر ارکان مسلم لیگ نے بایں الفاظ دعوت شرکت دی تھی کہ آپ سے استدعا ہے کہ اس موقع پر خود دہلی تشریف لاکر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایت دیں تو بہت بہتر ہو لیکن اگر حضور تشریف نہ لاسکیں تو اپنے نمائندہ کو بھیجکر مشکور فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ پاک اس اجتماع کے رعب سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسحور کردے اور ہمارا مطالبہ پاکستان منوائے تاکہ سلطنت اسلامی قائم ہوسکے۔

اس کے جواب میں حضرت اقدس نے بطور پیغام کے ذیل کا ہدایت نامہ ارقام فرمایا۔

جواب: از ناکارہ آوارہ ننگ انام اشرف برائے نام بخدمت ارکان مسلم لیگ نصرہم اللہ ونصر بہم اللہ۔ السلام علیکم۔ لیگ کے عوام معلوم کرکے اس آیت پر عمل کی توفیق ہوئی قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ہی عذر نہ ہوتا تو اس آیت پر بھی عمل ہوتا انفروا خفافا وثقالا۔ لیکن عذر کے سبب اس رخصت پر عمل کی اجازت ملگئی لیس علی الضعفاء ولا علی المرضٰی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس آیت کا شرف حاصل ہوگیا کہ اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک آنیوالی نسلوں کیلئے پیام عمل ہے۔ ایک حیٰوۃ المسلمین شخصی اصلاح کیلئے۔ دوسری صیانۃ المسلمین جمہوری نظام کیلئے ان کے مضامین اپنے موضوع میں گو رنگین نہیں مگر سنگین ہیں جس میں یہ فرق ہے جو ذوق و غالب کے اشعار میں اور حکیم محمود خاں، حکیم محمد صادق خاں کے نسخوں میں۔ اور نمائندہ وہ کام نہ کرسکتا جو یہ کتابیں کرسکتی ہیں مگر عمل شرط ہے جیسے اعلیٰ درجہ کا ماء اللحم بوتلوں میں بھرا ہوا قیمتی ہے مگر نتیجہ خیز نہیں یہ نفع اس کا اس وقت ظاہر ہوگا جب حلق سے اترے گا۔ ورنہ بدون عمل سب کوشش اس کا مصداق ہوگی نشستند و گفتند و برخاستند۔ باقی دعا جاری ہیں خصوص ان تاریخوں میں زیادہ اہتمام سے جاری رکھوں گا۔ بقول کسی شاعر کے ؎

لا خیل عندک تہدیہا ولا مال   فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

نوٹ:) میں دونوں کتابیں اگر یہاں ملگئیں تو ۲۲ر اپریل کو ڈاک سے ہدیۃً روانہ کروں گا ورنہ دہلی میں کسی کتب خانہ تجارتی سے تلاش کی جائیں۔ والسلام۔

بعد تحقیق معلوم ہوا کہ حیٰوۃ المسلمین بلا قیمت جاسکتی ہے سو اس کا نسخہ روانہ کررہا ہوں۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ صیانۃ المسلمین یہاں نہیں ہے لہذا وہاں تلاش کرالی جائے۔ اھ۔

احقر **اشرف علی** تھانہ بھون ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ

اشرف التصانیف بترتیب علوم و فنون

یعنی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف مقبولہ

قرآن مجید اور اُس کی تفسیر

تفسیر بیان القرآن ۔ نایاب

تجوید القرآن سہل نظم میں تجوید کے ضروری قواعد آخر میں ایک مختصر رسالہ یادگار حق القرآن کے نام سے ملحق ہے۔ قیمت دو آنہ (۲؍)

ادب القرآن قرآن مجید سے متعلق جو کوتاہیاں عوام میں شائع ہیں اُن کی اصلاح مع قواعد تجوید ۲؍

تنشیط الطبع سبعہ قرأت کا بیان و آداب معلم و متعلم و آداب تلاوت وغیرہ ۲؍

وجوہ المثانی اختلاف قرأت مع اختلاف معانی (بزبان عربی) ۳؍

سبق الغایات فی نسق الآیات قرآن مجید کی آیات میں باہمی ربط نہایت عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے (عربی) ۱۲؍

تلخیص القرآن المنیر قیمت ۱؍

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پورے قرآن مجید میں جس آیت سے مسائل تصوف ثابت ہیں اُن کا مفصل بیان بزبان عربی مع ترجمہ اردو قیمت ہر دو جلد کامل للعہ

الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والخضر نایاب

التقصیر فی التفسیر اصول تفسیر کا بہترین رسالہ ہے جس میں اہل زمانہ کی تفسیر بالرائے وغیرہ کی اصلاح فرمائی گئی ہے۔ قیمت ۳؍

رفع الخلاف فی حکم الاوقاف اوقات قرآن مجید کے بارہ میں قرأت کے اختلاف کا فیصلہ رسالہ اثبات وقف لازم کا جزو ہو کر شائع ہوا ۴؍

تصویر المقطعات تفسیر بیضاوی کے حروف مقطعہ کی بحث پر چلپی کی کلام کی شرح بزبان عربی (نایاب)

جمال القرآن تجوید کی ضرورت اور اس کے قواعد۔ قیمت ۳؍

متشابہات القرآن لتراویح رمضان قرآن سنانے میں جو متشابہات حفاظ کو لگا کرتے ہیں اُن سے بچنے کے لئے قواعد کلیہ (زیر طبع)

حدیث اور اس کے متعلقات

اعلاء السنن پورے فقہ کے ہر ہر مسئلہ پر قرآن و حدیث کے دلائل نہایت تنقید و تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں پوری کتاب تقریباً پندرہ سولہ جلدوں میں جمع ہوگی گیارہ جلدیں اس وقت تک طبع ہو چکی ہیں۔ باقی کی بھی تصنیف مکمل ہو چکی ہے مگر ابھی زیر طبع نہیں ہوئی جس طرح تفسیر میں بیان القرآن ایک خاص شان رکھتی ہے یہی حضرت کے افادات حدیث میں اعلاء السنن کا درجہ ہے یہ کتاب گو خود حضرت نے نہ لکھی لیکن ابتدا حضرت ہی نے فرمائی تھی اور مجھ جب تک قوت نے یاری دی پوری کتاب کا مسودہ ملاحظہ اور اصلاح فرماتے رہے تقریباً بیس سال تک اس کی تصنیف کا سلسلہ جاری رہا ہزار ہا روپیہ اس کی تصنیف پر صرف ہوا اصل کتاب عربی زبان میں ہے مگر اس کی احادیث کا اردو ترجمہ بھی اس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔

قیمت مقدمہ	چودہ آنہ (۱۴؍)
قیمت جلد اول مع الاستدراک	دو روپیہ بارہ آنہ
〃 جلد دوم ۔ یہ جلد نایاب ہے	دو روپیہ بارہ آنہ
〃 جلد سوم	ایک روپیہ بارہ آنہ
〃 جلد چہارم	تین روپیہ
〃 جلد پنجم	ایک روپیہ چھ آنہ
〃 جلد ششم	ساڑھے بارہ آنہ
〃 جلد ہفتم	دو روپیہ
〃 جلد ہشتم	دو روپیہ چھ آنہ
〃 جلد نہم	چودہ آنہ
〃 جلد دہم	دو روپیہ آٹھ آنہ
〃 جلد یازدہم	چار روپیہ چار آنہ

حدیث الاربعین — صحیح مسلم کی چالیس احادیث کا مجموعہ مع ترجمہ و شرح۔ قیمت ۳ر

الثوب الحلی — ترمذی شریف کی احادیث مشہورہ کا حاشیہ ہے۔ قیمت ۲ر

زاد السعید فی الصلوٰۃ علی النبی الوحید — فضائل درود شریف
جس میں احادیث و آثار صحیحہ درود شریف کے فوائد و منافع کا نہایت عجیب مجموعہ۔ قیمت ۳ر

التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف — جو احادیث صوفیائے کرام کے کلام یا کتب تصوف میں آتی ہیں ان کی تحقیق کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے (زبان عربی مع ترجمہ) اس کے اکثر حصے آجکل نایاب ہیں۔

حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ — مسائل تصوف کا ثبوت احادیث معتبرہ سے۔ التکشف کا جزو ہو کر طبع ہوئی جو کتب تصوف کے ذیل میں ذکر کی جائے گی۔

جامع الآثار — حنفیہ کے استدلالات احادیث معتبرہ سے بترتیب ابواب فقہیہ (نایاب)

فقہ اور فتوی یعنی احکام حلال و حرام

بہشتی زیور و بہشتی گوہر — مسلمان کی دینی و دنیوی انفرادی اور تمدنی ضرورت کا مکمل نصاب جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے محتاج تعریف نہیں۔ مستقل تصانیف مندرجہ ذیل بھی بہشتی زیور کے ساتھ شامل ہیں:۔ اصلاح النساء۔ تعدیل حقوق والدین۔ کسوۃ النسوۃ۔ بہترین جہیز۔ بہشتی جوہر مکمل و اختری مختصر

امداد الفتاوی — تقریباً چالیس سال کے عرصہ میں جو فتاوی حضرت نے تحریر فرمائے ہیں ان کا مجموعہ جو علم و احکام کا بیش بہا ذخیرہ اور تحقیقات مفیدہ کا خزانہ ہے۔ اس وقت اس کی چار جلدیں اور تتمے طبع ہو چکے ہیں۔ باقی قلمی موجود ہیں۔ جلد اول و دوم مع تتمہ و چہارم مع تتمہ اول و ثانیہ ثالثہ رابعہ (نایاب) تتمہ خامسہ

حیلۂ ناجزہ — ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کے سبب شوہر کے مفقود یا غائب یا مجنون ہو جانے کی صورت میں نیز شوہر کے مظالم کی حالت میں عورتوں کے لئے کوئی سبیل نہ تھی اس بارہ میں بڑی جانفشانی اور پانچ سال کی محنت شاقہ سے یہ کتاب طیار کی گئی ہے جس میں مظلوم و عاجز عورتوں کے لئے رہائی کی شرعی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ کوشش کی گئی کہ یہ قانون حکومت میں بھی منظور ہو جاوے افسوس کہ وہ منظور نہ ہوئی تو اس کی صورت بدل کر اور ناتمام منظور ہوئی۔ آخر میں فسخ نکاح کی صورتیں اور اختلاف مذہب کی صورت میں احکام بھی مکمل درج ہیں۔ قیمت دو روپیہ (عہ)

تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الہندوستان — ہندوستان میں غیر مسلموں سے سود لینے کی تحقیق مکمل مع رسائل ذیل:۔

کشف الدجیٰ عن وجہ الربوٰ — **کشف الغطوۃ عن وجہ الرشوۃ**۔ رشوت کی تعریف و احکام

التقی فی احکام الرقی۔ تعویذ گنڈے کی اجرت۔

الحق الصراح فی تحقیق اجرۃ النکاح۔

التورع عن التوزیع۔ چندہ کے مسائل و احکام

رافع الضنک عن منافع البنک۔ بینک سے سود کے متعلق احکام۔ یہ چھ رسالوں کا مجموعہ یکجا ہے۔ قیمت ۵ر

القول البدیع فی اشتراط التجمیع گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی بحث اور مسائل۔ قیمت ۳ر (نایاب)

تصحیح العلم فی تقبیح اسم العلم سینما کی ممانعت ار

التحقیق الفرید فی تقریب الصوت البعید آلہ مکبر الصوت کے نماز و اذان و خطبہ و وعظ وغیرہ میں استعمال کرنے پر مفصل احکام مع تحقیقات ۲ر

تحقیق تعلیم انگریزی ار

صیانۃ المسلمین ار

وصل السبب فی فصل النسب مع رسالہ نمایات النسب انساب کے تناسل وغیرہ کے احکام مع دلائل قیمت ۵ر